رجب المرجب 1443ھ شعبان المعظم | مارچ 2022ء

جلد:01 شمارہ:05

ماہنامہ خواتین

میاں بیوی میں صلح کروائیے

بچوں سے بھی سچ ہی بولیے

سلیقہ مندی

دین کی آگاہی

دل کا سکون

ویب ایڈیشن

اوراد و وظائف مارچ 2022ء

بُخار سے شِفا

جس کو بخار ہو سات بار یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللہِ الْکَبِیْرِ اَعُوْذُ بِاللہِ الْعَظِیْمِ مِنْ شَرِّ عِرْقٍ نَّعَّارٍ وَّ مِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ

(مستدرک للحاکم، 5/592، حدیث:8324)

اگر مریض خود نہ پڑھ سکے تو کوئی دوسرا نمازی آدمی سات بار پڑھ کر دم کر دے یا پانی پر دم کر کے پلا دے اِن شآءَ اللہ تعالٰی بخار اتر جائے گا۔ ایک مرتبہ میں بخار نہ اترے تو بار بار یہ عمل کریں۔ (جنتی زیور، ص580بتغیر)

گمشدہ شے کے ملنے کا عمل

چالیس بار سورۂ یٰس شریف سات دن تک پڑھے۔

(کام کے اوراد، ص4)

ذہن کھلنے کے لئے

ہر روز سبق سے پہلے اکتالیس مرتبہ (یہ دعا) پڑھ کر سبق شروع کریں:

اِلٰھِیْ اَنْتَ اِلٰہٌ عَالِمٌ وَّ اَنَا عَبْدُكَ جَاهِلٌ اَسْئَلُكَ اَنْ تَرْزُقَنِیْ عِلْمًا نَّافِعًا وَّ فَهْمًا كَامِلًا وَّ طَبْعًا زَكِیًّا وَّ قَلْبًا صَفِیًّا حَتّٰی اَعْبُدَكَ وَلَا تُهْلِكْنِیْ بِالْجَهَالَةِ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

(کام کے اوراد، ص3)

وُسعتِ رزق

"یَامُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ" پانچ سو بار اول وآخر درود شریف 11، 11 بار بعد نمازِ عشا، قبلہ رُو، باوضو، ننگے سر، ایسی جگہ پڑھئے کہ سر اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، یہاں تک کہ سر پر ٹوپی بھی نہ ہو۔ (کام کے اوراد، ص3)

سیب دَم کروانے کی برکت

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ! میرا نام محمد نواز عطاری ہے، میرے چچا کے بیٹے فیاض احمد جن کی شادی ہوئے تقریباً سات سال ہو گئے تھے اور وہ اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ جانشینِ امیرِ اہلِ سنّت حضرت مولانا الحاج ابو اُسید عبید رضا عطاری مدنی مُدَّظِلُّہُ العالی سے 2018 میں سیب دَم کروا کر کھلایا تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ بچّی کی ولادت ہوئی ہے۔ محمد نواز عطاری (رکن کابینہ مجلس ائمہ کرام، ایبٹ آباد زون، لاہور ریجن)

نوٹ: سیب دَم کروانے کے لئے عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ کراچی کے ان دو نمبرز پر رابطہ کر سکتے ہیں:

UAN: +92 21111252692 | 02138696333

CONTENTS

02 حمد و نعت

03 میاں بیوی میں صلح کروایئے

05 بچوں سے بھی سچ ہی بولئے

07 آسمانی کتابیں

09 رسولِ کریم کے والد ماجد قسط اول

11 حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ قسط دوم

13 شرح سلام رضا

15 مدنی مذاکرہ

17 مسلمان بیٹی

18 بہو کا کردار

20 بچوں کی تعلیمی درسگاہ کا انتخاب کیسے کریں؟

21 زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قسط اول

23 دین کی آگاہی

24 سلیقہ مندی

26 اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

27 گھٹی دینا

28 صبر

29 بے صبری

31 دل کا سکون

33 ماہنامہ فیضان مدینہ کا مقابلہ

36 مرحومہ ام مسعود رضا

38 مرگی

40 مدنی خبریں

شرعی تفتیش: مولانا عبد الماجد عطاری مدنی دار الافتاء اہل سنت (دعوتِ اسلامی) تاثرات (Feedback) کے لئے اپنے تاثرات، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور واٹس ایپ نمبر (صرف تحریری طور پر) پر بھیجئے:

mahnamahkhawateen@dawateislami.net 0348-6422931

پیش کش: شعبہ خواتین المدینۃ العلمیہ (اسلامک ریسرچ سینٹر) دعوتِ اسلامی

مناجات

نہ مجھ کو خدا مال وزر چاہیے

نہ مجھ کو خـدا مال و زر چاہیے
نہ یاقوت و لعـل و گوہر چاہیے
زمانہ کی خوبی زمانے کو دے
مجھے صرفـ دردِ جـگر چاہیے
رہے جس میں عشقِ حبیبِ خـدا
وہ دل وہ جـگر اور وہ سر چاہیے
کوئی راج چاہے کوئی تخت و تاج
مجھے تیرے پیارے کا دَر چاہیے
بنے جس میں تقـدیر بگڑی ہوئی
الٰہی مجھے وہ ہنـر چاہیے
ہیں دنیا میں لاکھوں بشـر پر وہاں
خبر کے لئے بے خبـر چاہیے
خزانے سے رب کے جو چاہو سو لو
نبی کی غـلامی مـگر چاہیے
دعائیں تو سالک بہـت ہیں مگر
اثر کے لئے چشم تر چاہیے

دیوانِ سالک، ص،68

از مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ

نعت

ہیں صَف آراسب حُورو ملک اورغِلماں خُلد سجاتے ہیں

ہیں صَف آرا سب حُور و ملک اور غلماں خُلد سجاتے ہیں
اِک دھوم ہے عرشِ اعظم پر مہمان خُدا کے آتے ہیں
ہے آج فلک روشن روشن، ہیں تارے بھی جگمگ جگمگ
محبوب خُدا کے آتے ہیں محبوب خُدا کے آتے ہیں
جبریل امین بُرق لئے جنّت سے زمیں پر آپہنچے
بارات فِرشتوں کی آئی مِعراج کو دولہا جاتے ہیں
دیوانو! تصوُّر میں دیکھو! اَسریٰ کے دولہا کا جلوہ
جُھرمُٹ میں ملائک لےکر انہیں مِعرج کا دولہا بناتے ہیں
اقصٰی میں سُواری جب پہنچی جبریل نے بڑھ کے کہی تکبیر
نبیوں کی امامت اب بڑھ کرسلطانِ جہاں فرماتے ہیں
وہ کیسا حسیں منظر ہوگا جب دولہا بنا سرور ہوگا
عُشّاق تصوُّر کر کے بس روتے ہی رہ جاتے ہیں
یہ شاہ نے پائی سعادت ہے خالق نے عطاکی زیارت ہے
جب ایک تجلّی پڑتی ہے موسیٰ تو غش کھاجاتے ہیں
مِعراج کی شب تو یاد رکھا پھر حشر میں کیسے بھولیں گے
عطارؔ اِسی اُمّید پہ ہم دن اپنے گزارے جاتے ہیں

وسائل بخشش، ص286

از امیر اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ

سلسلہ تفسیرِ قرآنِ کریم

میاں بیوی میں صلح کروائیے

بنتِ طارق عطاریہ مدنیہ
ناظمہ جامعہ فیضانِ عطار شفیع کا بھٹہ سیالکوٹ

اسلام ایک پُرامن اور خوبصورت معاشرے کی تشکیل کا خواہاں ہے، اسی لیے دینِ اسلام میں ہر طبقے کے حقوق بیان فرمائے گئے تاکہ معاشرے میں نکھار پیدا ہو۔ چنانچہ میاں بیوی کا رشتہ بھی معاشرے کو خوبصورت بنانے کیلئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ بلاشبہ میاں بیوی گاڑی کے دو پہیوں کی مثل ہیں کہ ایک پہیے میں کچھ کمی ہو تو دوسرے کیلئے بھی منزل پر پہنچنا دشوار ہو جاتا ہے۔ یہی حال میاں بیوی کا ہے کہ ان میں باہمی اختلافات پیدا ہو جائیں تو زندگی دشوار ہو جاتی ہے، خصوصاً بچے اس سے بہت بری طرح متاثر ہوتے ہیں اور وہ احساسِ کمتری کا شکار ہو کر ترقی کی راہیں بھی طے نہیں کر پاتے، لہٰذا میاں بیوی میں اگر کچھ اختلاف ہو جائے تو ان کے درمیان صلح کروانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ یہ ربِّ کریم کا حکم ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے: وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ﴿۳۵﴾ (پ5، النسآء: 35) ترجمہ کنز العرفان: اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک منصف مرد کے گھر والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک منصف عورت کے گھر والوں کی طرف سے (بھیجو) یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان اتفاق پیدا کر دے گا۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا، خبردار ہے۔

تفسیر: جب بیوی کو سمجھانے و الگ رکھنے کے باوجود اصلاح کی صورت نہ بن رہی ہو تو مرد طلاق دینے میں جلدی کرے نہ عورت خلع کے مطالبے پر اصرار کرے بلکہ دونوں کے خاندان کے خاص قریبی رشتہ داروں میں سے ایک ایک شخص کو منصف مقرر کر لیا جائے، اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ چونکہ رشتہ دار ایک دوسرے کے خانگی معاملات سے واقف ہوتے ہیں، فریقین کو ان پر اطمینان ہوتا ہے اور ان سے اپنے دل کی بات کہنے میں کوئی جھجک بھی نہیں ہوتی، یہ منصف مناسب طریقے سے ان کے مسئلے کا حل نکال دیں گے اور اگر منصف میاں بیوی میں صلح کروانے کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ پاک ان کے مابین اتفاق پیدا کر دے گا، اس لیے حتی المقدور صلح کے ذریعے اس معاملے کو حل کیا جائے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ انہیں میاں بیوی میں جدائی کروا دینے کا اختیار نہیں یعنی یہ جدائی کا فیصلہ کریں تو شرعاً ان میں جدائی ہو جائے، ایسا نہیں ہو سکتا۔[1]

سنن دارِ قطنی میں مذکورہ آیتِ مبارکہ کے تحت مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دو میاں بیوی (اپنے باہمی جھگڑے کے حل کیلئے) حاضر ہوئے، ان کے ساتھ کئی لوگ بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم قرآنی پر عمل کرتے ہوئے ان دونوں کے گھر والوں میں سے ایک ایک منصف بنا کر انہیں ان کے جھگڑے کے حل کا ذمہ دار بنایا۔ تو عورت بولی: میں کتاب اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں چاہے وہ میرے خلاف ہی ہو۔ لیکن مرد نے کچھ قیل و قال کی تو اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے سرزنش کی۔[2]

اسباب: میاں بیوی کے جھگڑے کے چند اسباب ملاحظہ فرمائیے:

1۔ بیوی کی طرف سے ناشکری: بعض اوقات عورت کا اپنے

خاوند اور سسرال کے حق میں ناشکری کا مظاہرہ کرنا اختلافات کا باعث بنتا ہے۔ **2۔ شوہر کی طرف سے بداخلاقی:** بعض اوقات شوہر کا بد اخلاق ہونا اختلافات کا سبب بنتا ہے مثلاً ❁ بات بات پر جھگڑنا ❁ طعن و تشنیع کرنا ❁ گالیاں دینا ❁ بلاوجہ سختی کرنا ❁ صرف اپنی ہی پسند کو ترجیح دینا اور ❁ بیوی کی پسند کو اہمیت نہ دینا وغیرہ نامناسب حرکتیں بیوی کے دل میں شوہر کی نفرت کا زہر گھول دیتی ہیں۔ 3۔ باہمی حقوق کی رعایت نہ کرنا۔ 4۔ شکوک و شبہات کی فضا پیدا ہو جانا۔ 5۔ مرد کا اجنبی عورتوں میں دلچسپی رکھنا۔ 6۔ توہمات پر توجہ دینا وغیرہ۔

نقصانات: ☚ میاں بیوی کے روز روز لڑائی جھگڑوں کے سبب نہ صرف خود ان کی اپنی زندگی تکلیف دہ ہو جاتی ہے۔ ☚ بلکہ اس کے بُرے اثرات ان کی اولاد پر بھی پڑنے لگتے ہیں۔ ☚ اولاد کے دل میں نہ باپ کا ادب رہتا ہے نہ ماں کی عزت۔ ☚ میاں بیوی کی لڑائی کے سبب ان کے بچوں کا مستقبل داؤ پر لگ جاتا ہے اور ان کی ذہنی صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔ ☚ ایسوں کی نصیحت بچوں پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ ☚ والدین کو لڑتا دیکھ کر وہ بھی مار دھاڑ کرنا سیکھ جاتے ہیں اور ان کا دھیان بھی تعلیم کی طرف کم جبکہ لڑائی جھگڑوں کی طرف زیادہ ہوتا ہے۔ ☚ الغرض روز روز کے جھگڑوں کے سبب پورے گھر کا ماحول تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے، بالآخر اس لڑائی کا نتیجہ طلاق کی صورت میں سامنے آتا ہے جو کہ شیطان کا پسندیدہ ترین عمل ہے۔[3]

علاج: ان جھگڑوں سے بچنے کے لیے اگر کچھ اسباب اختیار کیے جائیں تو معاشرے کو تباہ ہونے سے بچایا جاسکتا ہے۔ 1۔ ہر شخص کا مزاج الگ الگ ہوتا ہے، لہٰذا دوسروں کو اپنے مزاج کا پابند نہ بنائیے، درمیانہ راستہ نکالنا ہی دانشمندی ہے۔ 2۔ غلطیاں کس سے نہیں ہوتیں! لہٰذا غلطی ہو تو معافی مانگ لیجئے۔ 3۔ ہر بات میں صرف اپنا ہی حکم چلانا، مثلاً آج یہ کرلو، یہاں نہیں جانا، وہاں نہیں جانا وغیرہ انداز شخصیت کو داغدار کر دیتا ہے، لہٰذا اپنے انداز میں لچک و گنجائش لائیے۔ 4۔ مشورہ دینے کا انداز دیکھ کر اپنائیے۔ 5۔ مشہور ہے: جس کا کام اسی کو ساجھے، کچھ کام عورتوں کے ذمے ہوتے ہیں ان میں مرد داخل اندازی نہ کریں اور کچھ کام مردوں کے کرنے کے ہوتے ہیں ان میں عورتیں خواہ مخواہ دخل اندازی نہ کریں۔ 6۔ میاں بیوی ایک دوسرے کے احسانات کو تسلیم کریں۔[4] 7۔ زبان کا استعمال سب سے بڑھ کر ہے۔ اگر زبان کی بے احتیاطیوں سے بچا جائے تو گھر امن کا گہوارہ بن جائے گا۔ لہٰذا اگر میاں بیوی میں کوئی ناچاقی پیدا ہو جائے تو گھر کے دیگر افراد کو صلح کروانے والا انداز اختیار کرنا چاہئے، نہ کہ جلتی پر تیل ڈالنے کا، اس طرح روز بروز ہمارے معاشرے میں بڑھتی ہوئی طلاقوں کی شرح کو کم کیا جاسکتا ہے۔

وعید: میاں بیوی کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ ایسوں کے بارے میں ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی عورت کو اس کے شوہر یا غلام کو اس کے آقا کی سرکشی پر اُبھارا وہ ہم میں سے نہیں۔[5] **شیطان کا تخت:** ایک روایت میں ہے کہ شیطان اپنا تخت پانی پر بچھا کر (دنیا میں فساد پیدا کرنے کیلئے) اپنے لشکر بھیجتا ہے، جب وہ واپس آکر اسے اپنی اپنی کارکردگی بیان کرتے ہیں تو ان میں سے جو یہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں میاں بیوی کے درمیان جدائی کروادی ہے تو یہ سن کر شیطان اسے اپنے قریب کرلیتا ہے اور کہتا ہے: تو بہت ہی اچھا ہے۔[6]

معلوم ہوا! میاں بیوی میں جدائی کروانے کا عمل شیطان کو بہت خوش کرتا ہے۔ اللہ پاک ہمارے حالوں پر رحم فرمائے اور ہمیں لڑائی جھگڑے کرنے کروانے سے محفوظ فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

❶ تفسیر صراط الجنان، 2/ 199 ❷ دار قطنی، 3/ 349، رقم: 3736 ماخوذاً ❸ اسلامی بیانات، 5/ 201-200 ❹ ماہنامہ فیضانِ مدینہ، فروری 2017، ص 39-38 ماخوذاً ❺ ابوداود، 2/ 369، حدیث: 2175 ❻ مسلم، ص 1158، حدیث: 7106

سلسلہ شرحِ حدیث

بچوں سے بھی سچ ہی بولئے

بنت کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃالمدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

سننِ ابی داؤد شریف میں ہے: عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَامِرٍ اَنَّہٗ قَالَ: دَعَتْنِی اُمِّی یَوْمًا وَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِی بَیْتِنَا، فَقَالَتْ: ھَا تَعَالَ اُعْطِیْكَ، فَقَالَ لَھَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَمَا اَرَدْتِ اَنْ تُعْطِیهِ؟ قَالَتْ: اُعْطِیْہِ تَمْرًا، فَقَالَ لَھَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَمَا اِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِهِ شَیْئًا كُتِبَتْ عَلَیْكِ كِذْبَةٌ[1] یعنی حضرت عبدُاللہ بن عامر رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم صلی اللہُ علیہ واٰلہٖ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے کہ میری ماں نے مجھے بلایا کہ آؤ تمہیں کچھ دوں گی۔ حضور نے ان سے فرمایا: کیا دینا چاہتی ہو؟ عرض کی: اسے کھجور دوں گی۔ تو حضور نے ان سے ارشاد فرمایا: اگر تُو اسے کچھ نہ دیتی تو یہ تیرے ذمہ جھوٹ لکھا جاتا۔

شرحِ حدیث

خلافِ واقع بات کرنے کو "جھوٹ" کہتے ہیں۔[2] جھوٹ ایک نحوست ہے۔ جھوٹ جھوٹ ہی ہوتا ہے خواہ بڑوں سے بولا جائے یا بچوں سے۔ جھوٹ دنیا میں بھی ذلیل و رسوا کرتا اور آخرت میں بھی عذابِ نار کا حق دار و سزاوار بناتا ہے۔ جھوٹ ایک ایسی برائی ہے جس کی مذمت ہر مذہب میں کی گئی ہے اور اسلام میں بھی اس سے بچنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ حدیثِ مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا: مومن کی طبع میں تمام خصلتیں ہو سکتی ہیں سوائے خیانت اور جھوٹ کے (یعنی یہ دونوں ایمان کے خلاف ہیں)۔[3] اس کے برعکس سچ دنیا و آخرت میں سرخروئی دلاتا اور رضائے الٰہی و قُربِ الٰہی کا حق دار بناتا ہے۔ تفسیر روحُ البیان میں ہے: سچ ایک ایسا نور ہے جو سچ بولنے والوں کے دلوں کی ہدایت کا سبب بنتا ہے۔ جس قدر انہیں اپنے رب کا قرب حاصل ہوتا ہے اتنا ہی انہیں وہ نور حاصل ہوتا جاتا ہے۔[4] **بچوں سے جھوٹ بولنے کے انداز:** بعض ماؤں کی عادت ہوتی ہے کہ بچوں کو ڈرانے کے لیے دھمکی دیتی ہیں: اب اگر تم نے ایسا کیا تو جنگل میں چھوڑ آؤں گی، تمہارے ابو کو بتا دوں گی یا سخت ماروں گی (حالانکہ مارتی ہیں نہ ابو کو بتاتی ہیں) وغیرہ۔ یونہی بعض اوقات بچوں کو بہلانے کیلئے کہتی ہیں: فلاں کام کرلو تو انعام ملے گا، ہوم ورک کرلو تو چاکلیٹ دوں گی، حالانکہ دیتی کچھ نہیں، تنگ کرنے پر کہتی ہیں: تنگ نہ کرو تو فلاں چیز دوں گی۔ بچہ سو نہ رہا ہو تو کہتی ہیں: سو جاؤ! نہیں تو بلی آجائے گی یا جن لے جائے گا وغیرہ۔ اسی طرح بچے کو اس کی پسندیدہ جگہ لے جانے کے بہانے کسی ناپسندیدہ جگہ لے جاتی ہیں۔ مثلاً پارک وغیرہ کا کہہ کر ڈاکٹر کے پاس لے جانا۔ کبھی والدین یا دونوں میں سے ایک کسی ایسے مہمان کی آمد پر جس سے وہ ملنا نہ چاہتے ہوں، بچے کو کہلا کر بھیج دیتے ہیں کہ امی یا ابو گھر پر نہیں ہیں۔ والدین کو چاہئے کہ ایسی باتوں سے بچیں اور کوشش کریں کہ بچوں سے بھی سچ ہی بولا کریں۔ **جھوٹ کا بچوں کی تربیت پر اثر:** بچے کے دل و دماغ میں جو بات بچپن ہی سے ڈال دی جائے وہ مضبوط و مستحکم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ امام محمد غزالی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: بچے کا پاک دل ایک ایسا نایاب جوہر ہے جو ہر نقش و صورت سے خالی ہے، لہٰذا وہ ہر نقش کو قبول کرنے والا اور جس طرف اسے مائل کیا جائے اس کی طرف مائل ہو جانے والا ہے۔[5] بچے چونکہ اکثر اپنے بڑوں بالخصوص والدین سے سیکھتے ہیں لہٰذا بچوں کی اچھی تربیت کیلئے والدین کو ان کے سامنے خود کو ایک

آئیڈیل بناکر پیش کرنا چاہیے یعنی والدین نہ خود بچوں سے جھوٹ بولیں نہ انہیں بولنے دیں، بلکہ اگر وہ جھوٹ بولیں تو ان کو سمجھائیں اور جھوٹ سے نفرت دلانے کیلئے ان کے سامنے جھوٹ کے نقصانات بیان کریں اور سچ بولنے کی ترغیب دلائیں۔ **ماں کی اچھی تربیت کی اہمیت:** اولاد کی اچھی تربیت کرنا والدین کی ذمہ داریوں میں شامل ہے اور بچے کی جس قدر تربیت ماں کر سکتی ہے ویسی باپ نہیں کر سکتا، کیونکہ بچے کا زیادہ وقت ماں کے ساتھ ہی گزرتا ہے۔ ایک ماں کی تربیت کا بچے پر کس قدر اثر ہوتا ہے اس کا اندازہ اس حکایت سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ جو ابھی کم سن ہی تھے، ڈاکوؤں اور ان کے سردار کے سامنے جھوٹ بولنے کے بجائے اپنی ساری رقم ان کے حوالے کر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں: میری ماں نے مجھے وصیت کی تھی کہ بیٹا! کبھی جھوٹ مت بولنا۔ اس کی برکت یہ ظاہر ہوتی ہے کہ ڈاکوؤں کا سردار اپنے ساتھیوں سمیت حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر تائب ہو جاتا ہے۔[6] **بچوں سے جھوٹ بولنے کے نقصانات:** والدین جب بچوں سے جھوٹ بولتے ہیں تو لاشعوری طور پر بچوں کے ناپختہ ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ شاید جھوٹ بولنا اچھا و فائدہ مند کام ہے۔ نتیجتاً وہ ان کی پیروی کرتے ہوئے نہ صرف اوروں سے بلکہ اپنے والدین سے بھی جھوٹ بولنے لگتے ہیں، یوں جھوٹ بولنا ان کی عادت بن جاتا ہے۔ ایسے بچوں کے مزاج میں احساسِ جرم و احساسِ ندامت کا بھی فقدان ہوتا ہے، کیونکہ ان کا ذہن یہ بن جاتا ہے کہ کسی بھی غلطی کی صورت میں جھوٹ کا سہارا لے کر سزا سے بچا جا سکتا ہے۔ یوں وہ اپنی غلطیوں کو سدھارنے میں بھی ناکام رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کو زندگی کے کئی معاملات میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ **بچوں کو جھوٹ بولے بغیر کیسے بہلائیں؟** بچے روئیں یا تنگ کریں تو حکمتِ عملی سے کوئی بھی ایسا راستہ نکالئے کہ جھوٹ بولے بغیر وہ قابو میں آجائیں۔ بچے اگر ایسی چیز کی ضد کر رہے ہیں جسے پورا کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہ ہو تو موقع محل کے اعتبار سے ان کی ضد کو پورا کر دیا جائے۔ البتہ اگر وہ ایسی بات کی ضد کریں جسے پورا کرنا شرعاً ناجائز ہو یا جس کا پورا کرنا ناممکن ہو یا اس میں بچوں کا نقصان ہو تو ان کی توجہ کسی اور چیز کی طرف مبذول کروائیں یا ممکنہ صورت میں انہیں اس کا متبادل (alternate) دیں۔ اسی طرح اگر بچوں کو پڑھائی کی طرف مائل کرنا ہو تو بھی ان سے جھوٹی باتیں بیان کرنے اور انہیں جھوٹی دھمکیاں دینے کے بجائے کوئی اور ترغیبی انداز اختیار کیا جائے۔ **بچوں کی اچھی تربیت کیسے کریں؟** بچوں کی تعلیم و تربیت میں کہانیوں کا بھی ایک اہم کردار ہوتا ہے، وہ ان کا اثر جلدی قبول کرتے ہیں اور عموماً بچوں کو ان میں دلچسپی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے لیے بچوں کو جنات اور پریوں کی جھوٹی کہانیاں سنانے کے بجائے اچھی اور سچی کہانیاں سنائیں۔ اس کیلئے مکتبۃ المدینہ کے بالخصوص بچوں کے لیے شائع کردہ رسائل مثلاً جھوٹا چور، فرعون کا خواب، نور والا چہرہ، بیٹا ہو تو ایسا، دودھ پیتا مدنی مُنا، رہنمائی کرنے والا بھیڑیا اور لالچی کبوتر وغیرہ سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔ اسی طرح ماہنامہ فیضانِ مدینہ میں بھی بچوں کی دینی و اخلاقی تربیت کے حوالے سے مختلف موضوعات پر مشتمل مضامین شامل کیے جاتے ہیں۔ نیز بچوں کو مدنی چینل کڈز کی نشریات دکھانا بھی مفید ہے۔ لہٰذا اپنے بچوں کو جھوٹی کہانیاں سنانے اور گناہوں بھرے چینلز دکھانے کے بجائے سچی کہانیاں سنائیں اور مدنی چینل دکھائیں۔ اللہ پاک ہمیں خود بھی جھوٹ سے بچنے اور اپنے بچوں کو بھی جھوٹ سے بچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

جھوٹ سے بغض و حسد سے ہم بچیں
کیجیے رحمت اے نانائے حسین

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) ابوداود، 4/387، حدیث: 4991 (2) حدیقہ ندیہ، 2/200 (3) مسند امام احمد، 8/276، حدیث: 22232 (4) تفسیر روح البیان، پ22، الاحزاب، تحت الآیۃ: 35، 7/175 (5) احیاء العلوم، 3/221 (6) بہجۃ الاسرار، ص167 ماخوذاً

آسمانی کتابیں

بنت فیاض عطاریہ مدنیہ
ناظم آباد کراچی

کُتُبِ سماوی یعنی آسمانی کتابوں سے مراد وہ صحیفے اور کتابیں ہیں جو اللہ پاک نے مخلوق کی رہنمائی کیلئے اپنے نبیوں پر اتاریں۔[1] **آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا شرعی حکم:** اللہ پاک نے جتنے صحیفے اور کتابیں آسمان سے نازل فرمائی ہیں سب حق ہیں اور سب اللہ پاک کا کلام ہیں، ان کتابوں میں جو کچھ ارشادِ خداوندی ہوا سب پر ایمان لانا اور ان کو سچ ماننا ضروری ہے۔[2] کسی ایک بھی کتاب کا انکار کرنا کفر ہے۔[3] البتہ اُن کے جو احکام ہماری شریعت میں منسوخ ہو گئے ان پر عمل درست نہیں مگر ایمان ضروری ہے مثلاً پچھلی شریعتوں میں بیت المقدس قبلہ تھا، اس پر ایمان لانا تو ہمارے لئے ضروری ہے مگر عمل یعنی نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنا جائز نہیں،(یہ حکم) منسوخ ہو چکا۔[4] **قرآن و دیگر آسمانی کتابوں پر ایمان لانے میں فرق:** قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں پر ایمان لانے میں فرق یہ ہے کہ قرآنِ کریم سے پہلے جو کچھ اللہ پاک نے اپنے انبیائے کرام پر نازل فرمایا ان سب پر اجمالاً ایمان لانا فرضِ عین ہے یعنی یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ پاک نے گزشتہ انبیا پر کتابیں نازل فرمائیں اور ان میں جو کچھ بیان فرمایا سب حق ہے۔ قرآنِ شریف پر یوں ایمان رکھنا فرض ہے کہ ہمارے پاس جو موجود ہے اس کا ایک ایک لفظ اللہ پاک کی طرف سے ہے اور برحق ہے بقیہ تفصیلاً جاننا فرضِ کفایہ ہے، لہٰذا عوام پر اس کی تفصیلات کا علم حاصل کرنا فرض نہیں، جب کہ علما موجود ہوں جنہوں نے یہ علم حاصل کر لیا ہو۔[5]

کیا آسمانی کتابوں میں تبدیلی ممکن ہے؟ قرآنِ پاک تبدیلی سے محفوظ ہے، چونکہ یہ دین ہمیشہ رہنے والا ہے، لہٰذا قرآنِ عظیم کی حفاظت اللہ پاک نے اپنے ذِمّہ رکھی، جبکہ دیگر آسمانی کتابوں کی حفاظت اللہ پاک نے ان امتوں کے سپرد کی تھی، جن پر یہ نازل ہوئیں، مگر وہ ان کتابوں کی حفاظت نہ کر سکیں، یعنی کلامِ الٰہی جیسا نازل ہوا اُن کے ہاتھوں میں ویسا ہی باقی نہ رہا، بلکہ اُن کے شریروں نے اپنی خواہش کے مطابق اس کلام میں تبدیلیاں کر دیں۔ لہٰذا جب اُن کتابوں کی کوئی بات ہمارے سامنے پیش ہو تو اگر وہ ہماری کتاب (قرآن مجید) کے مطابق ہے، ہم اُس کی تصدیق کریں گے اور اگر مخالف ہے تو یقین جانیں گے کہ یہ اُن کی تحریفات (تبدیلیوں) سے ہے اور اگر موافقت مخالفت کچھ معلوم نہیں تو حکم ہے کہ ہم اس بات کی نہ تصدیق کریں نہ تکذیب (نہ درست مانیں نہ جھٹلائیں) بلکہ یوں کہیں: اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ۔ اللہ (پاک) اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں پر ہمارا ایمان ہے۔ قرآنِ پاک میں تبدیلی کا عقیدہ رکھنے والے کے بارے میں بہارِ شریعت میں ہے: اس (یعنی قرآنِ پاک) میں کسی حرف یا نقطہ کی کمی بیشی محال (ناممکن) ہے، اگرچہ تمام دنیا اس کے بدلنے پر جمع ہو جائے، تو جو یہ کہے کہ اس میں کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں بلکہ ایک حرف بھی کسی نے کم کر دیا

یا بڑھا دیا یا بدل دیا قطعاً کافر ہے۔[6]

آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی تعداد: اللہ پاک نے اپنے بعض نبیوں پر صحیفے اور آسمانی کتابیں اُتاریں، جن کی تعداد تقریباً 104 ہے۔[7] اُن میں سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں: تورات حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السّلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر، قرآنِ عظیم کہ سب سے افضل کتاب ہے، سب سے افضل رسول حضور پُرنور احمدِ مجتبیٰ، محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر۔ کلامِ الٰہی میں بعض کا بعض سے افضل ہونا اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے لیے اس میں ثواب زائد ہے، ورنہ اللہ (پاک) ایک، اُس کا کلام ایک، اُس میں افضل و مفضول کی گنجائش نہیں۔[8]

آسمانی کتابیں کون کون سے مہینے میں نازل ہوئیں؟ چاروں مشہور آسمانی کتابیں یعنی تورات، زبور، انجیل اور قرآنِ پاک ماہِ رمضان المبارک میں نازل ہوئیں۔ مسندِ امام احمد کی روایت ہے: اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے صحیفے رمضان کی پہلی رات نازل ہوئے، تورات شریف رمضان المبارک کی 7ویں رات نازل ہوئی، انجیل شریف رمضان المبارک کی 14 ویں رات نازل ہوئی۔[9] مصنف ابنِ ابی شیبہ کی روایت میں ہے: زبور شریف رمضان المبارک کی 6 تاریخ کو نازل ہوئی۔[10] باقی رہا قرآنِ کریم تو اللہ پاک نے رمضان المبارک کا تعارف ہی ان الفاظ سے کروایا ہے: **شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ** (پ2، البقرۃ:185) ترجمہ کنز الایمان: رمضان کا مہینا جس میں قرآن اُترا۔

آسمانی کتابیں کس کس زبان میں نازل ہوئیں؟ تورات اور زبور عبرانی زبان میں، انجیل سُریانی زبان میں اور قرآنِ کریم عربی زبان میں نازل ہوا۔[11]

کیا آسمانی کتابوں کے بھی حافظ ہوتے تھے؟ جی نہیں! گزشتہ کتابیں صرف نبیوں ہی کو یاد ہوا کرتی تھیں۔ لیکن یہ ہمارے نبی اور قرآنِ کریم کا معجزہ ہے کہ قرآنِ مجید کو مسلمان کا بچہ بچہ یاد کر لیتا ہے۔[12]

آسمانی کتابوں کو بے وضو چھونے کا حکم: قرآن کے علاوہ دیگر آسمانی کُتب کو حیض و جنابت کی حالت میں پڑھنا، چھونا اور بے وضو چھونا مکروہ و ناجائز اور گناہ ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہیں۔[13] البتہ دیگر آسمانی کُتب کے جس حصے کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ اس کو کتاب میں از خود شامل کر دیا گیا ہے تو اگر خاص وہ حصہ علیحدہ سے لکھا ہو تو اس کو چھونا جائز ہے، اس لئے کہ وہ کلام اللہ یا اس کے تابع نہیں ہے۔[14]

پچھلی کتابیں اور شانِ رسولِ عربی: تمام آسمانی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی بشارت دی گئی۔[15] ☆حضرت وہب بن مُنَبِّہ رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: میں نے 71 آسمانی کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ روزِ اوّل سے قیامت قائم ہونے تک تمام جہان کے لوگوں کو جتنی عقل عطا کی گئی ہے وہ سب مل کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عقل کے آگے ایسی ہے جیسے دنیا کے تمام ریگستان کے سامنے ریت کا ایک ذرّہ (ذرہ)۔[16] ☆ایک صوفی بزرگ کا قول ہے: تمام آسمانی کتابوں کے مضامین قرآن شریف میں ہیں اور سارے قرآن شریف کے مضامین سورہ فاتحہ میں ہیں اور ساری سورہ فاتحہ کے مضامین بسم اللہ میں اور ساری بسم اللہ کے مضامین اسکے حرف "ب" کے نقطے میں ہیں۔[17]

---

❶ ہمارا اسلام، حصہ:3، ص90 ملخصاً ❷ بہارِ شریعت، 1/30 ماخوذاً ❸ الشفاء، 2/304 ماخوذاً ❹ تفسیر خزائن العرفان، پ1، البقرۃ، تحت الآیۃ:4، ص5 ❺ تفسیر صراط الجنان، 1/68 ❻ بہارِ شریعت، 1/31-30 ماخوذاً ❼ صحیح ابن حبان، 1/288، حدیث:362 ماخوذاً ❽ بہارِ شریعت، حصہ:1، 1/29 ❾ مسند احمد، 6/44، حدیث:16981 ❿ مصنف ابنِ ابی شیبہ، 7/191، حدیث:5 ⓫ ہمارا اسلام، حصہ سوم، ص91 ⓬ جنتی زیور، ص186 ⓭ تبیین الحقائق، 1/57 و بہارِ شریعت، حصہ2، 1/327 ⓮ در مختار مع رد المحتار، 1/351 ⓯ سیرتِ مصطفیٰ، ص821 ⓰ فتاویٰ رضویہ، 30/149 ملخصاً ⓱ مرقاۃ، 4/624، تحت الحدیث:2118

سلسلہ فیضانِ سیرتِ نبوی

رسولِ کریم کے والدِ ماجد (قسطِ اول)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے والدِ ماجد کا نام عبد اللہ ہے اور آپ کا یہ نام کیوں رکھا گیا، اس کے مُتعلق علامہ حلبی فرماتے ہیں: اللہ پاک نے حضرت عبد المطلب کو خصوصی ہدایت فرمائی تو انہوں نے اپنے بیٹے کا نام وہ رکھا جو اللہ پاک کو سب ناموں سے زیادہ پسند ہے۔[1] جبکہ حضرت عبد اللہ کی کنیت ابو محمد، ابو احمد اور ابوقُثَم ہے، قُثَم حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہی ایک نام ہے، جس سے مراد وہ ہستی ہے جو خیر و بھلائیوں کی جامع ہو۔[2] نیز آپ کو ذبیح کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت عبد المطلب نے نذر مانی کہ اگر ان کے 10 بیٹے ہوں اور وہ بڑے ہو کر قریش کی حفاظت کریں تو ان میں سے ایک کو بیت اللہ کے قریب ذبح کریں گے۔ جب ان کی منت پوری ہوئی تو انہوں نے اپنے بیٹوں کے نام کا قرعہ ڈالا قرعہ حضرت عبد اللہ کے نام نکلا۔ جب آپ اپنی نذر پوری کرنے کے لئے انہیں ذبح کرنے لگے اور یہ بھی تیار ہو گئے تو قریش نے عرض کی: ایسا نہ کیجئے، آپ اگر ایسا کریں گے تو ہر شخص اپنے بچّے کو لا کر ذبح کرے گا۔ چنانچہ سب نے باہمی اتفاق سے ایک کاہنہ عورت سے سارا ماجرا بتا کر حل طلب کیا تو وہ بولی: لڑکے اور اونٹوں کی اتنی تعداد جو دِیت کے لئے مقرّر ہے، کے درمیان قرعہ اندازی کرو، اگر لڑکے کے نام قرعہ نکلے تو اونٹوں کی مقدار بڑھاتے جاؤ یہاں تک کہ تمہارا رب راضی ہو جائے اور اونٹوں پر قرعہ نکل آئے، جب ایسا ہو تو اتنی تعداد میں اونٹ ذبح کر دینا۔

چنانچہ پھر قرعہ اندازی ہوئی تو حضرت عبد اللہ کا نام آیا۔ دس اونٹ زیادہ کئے اور بڑھاتے گئے، جب اونٹوں کی تعداد 100 ہوئی تو ان کے نام قرعہ نکلا۔ سب نے حضرت عبد المطلب کو مبارک دی تو فرمانے لگے: اللہ کی قسم! تین بار اونٹوں کا نام نکلے گا تب ہی میں تسلیم کروں گا۔ لہٰذا اس کے بعد ہر بار اونٹوں پر ہی قرعہ نکلا۔[3] چنانچہ حضرت عبد المطلب نے صفا و مروہ کے درمیان 100 اونٹوں کو قربان کر دیا۔ الغرض یہ ایک ہی واقعہ نہیں جس میں اللہ پاک نے حضرت عبد اللہ کی حفاظت فرمائی۔ چنانچہ دو مزید واقعات ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عبد اللہ کی شہادت کی سازشیں آسمانی کتابوں کے عالم اس جستجو میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح ان علامتوں کو معلوم کر لیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری اور ولادت کا اظہار کرتی ہوں۔ چنانچہ جس رات حضرت عبد اللہ پیدا ہوئے اسی وقت شام کے علمائے اہلِ کتاب کو اس کا علم ہو گیا، کیونکہ ان لوگوں کے پاس وہ جبہ مبارک موجود تھا جس کو پہنے ہوئے حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے تھے اور ان کی آسمانی کتب میں لکھا ہوا تھا کہ جس دن اس جبے پر خون کے دھبے تازہ ہو جائیں تو یہ آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے والد ماجد کی پیدائش کی علامت ہے۔ لہٰذا جب ایسا ہی ہوا تو انہیں یقین ہو گیا حضور کے والد پیدا ہو گئے ہیں۔ (چونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ نبوت ان سے چھین کر کسی اور کو دی جائے) چنانچہ وہ حضرت عبد اللہ کو شہید کرنے کے ارادے

سے مکہ کی طرف چل پڑے مگر اللہ پاک نے حضرت عبد اللہ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا اور وہ واپس لوٹ گئے، اس کے بعد جو بھی مکہ سے ان کے پاس ملک شام آتا وہ حضرت عبداللہ کے متعلق اس سے پوچھتے تو انہیں بتایا جاتا کہ حضرت عبد اللہ تو گویا ایک نور ہیں جو قریش میں چمک رہے ہیں۔[4] جبکہ تاریخ خمیس میں اس کے بعد مذکور ہے کہ وہ یہ سن کر کہتے کہ یہ نور حضرت عبد اللہ کا نہیں بلکہ ان کے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا ہے۔[5] چونکہ وہ لوگ بخوبی پہچان چکے تھے کہ حضرت عبد اللہ ہی آخری نبی کے والد ہیں، لہٰذا انہوں نے بعد میں بھی آپ کو شہید کرنے کی کوششیں جاری رکھیں، مگر جب بھی انہوں نے مکہ کا رخ کیا ناکام ہی لوٹے، ایسا ہی ایک واقعہ حضرت عبد اللہ کی جوانی میں بھی پیش آیا۔ چنانچہ منقول ہے کہ ملک شام کے تقریباً 70 یہودیوں نے عہد کیا کہ حضرت عبد اللہ کو شہید کئے بغیر واپس نہ لوٹیں گے اور انہوں نے اپنی اپنی تلوار کو زہر آلود بھی کر لیا، جب وہ اپنے برے ارادے کی تکمیل کے لیے مکہ کی طرف چلے تو رات کو سفر کرتے اور دن کو کسی جگہ چھپ کر آرام کرتے۔ آخر وہ مکہ پہنچ کر موقع کی تلاش میں تھے کہ حسن اتفاق سے ایک دن حضرت عبد اللہ تنہا شکار کے لیے مکہ سے باہر تشریف لائے اور ان بدبختوں نے موقع غنیمت جان کر حملہ کر دیا۔ یہ سب کچھ دور سے حضرت آمنہ کے والد ماجد وہب بن عبد مناف زہری نے دیکھا جو خود بھی شکار کے لئے آئے ہوئے تھے تو ان کی روایتی غیرت و حمیت نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ ان کی قوم کا ایک فرد دشمنوں کے ہاتھوں مارا جائے۔ چنانچہ وہ آپ کی مدد کے لئے لپکے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان سے کچھ ایسے لوگ اتر رہے ہیں جو انسانوں جیسے نہ تھے اور انہوں نے آتے ہی ان قاتلوں کو قتل کر دیا، گھر واپس آکر آپ نے اپنی زوجہ کو سارا واقعہ بتایا اور فرمایا کہ جاؤ اور حضرت عبد اللہ سے اپنی بیٹی حضرت آمنہ کی شادی کی بات کرو، اس سے پہلے کہ کوئی اور یہ فضیلت پا لے۔ ادھر حضرت عبد المطلب بھی حضرت عبد اللہ کیلئے جیسی دلہن کی تلاش میں تھے، وہ ساری خوبیاں حضرت آمنہ میں موجود تھیں۔ لہٰذا وہ بھی اس رشتے پر فوراً راضی ہو گئے اور یوں حضرت عبد اللہ و آمنہ رضی اللہ عنہما کی شادی ہو گئی۔[6] اس شادی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ حضرت عبد المطلب تجارت کیلئے سردیوں میں یمن گئے تو وہاں ایک یہودی عالم کے ہاں ٹھہرے، ایک دن اچانک اس نے بڑی سنجیدگی سے آپ کے جسم کے بعض حصے دیکھنے کی اجازت مانگی تو آپ نے بھی از راہِ مذاق کہا: ستر کے علاوہ دیکھ لو۔ مگر وہ واقعی ناک کے دونوں نتھنوں کو کھول کر دیکھنے لگا اور پھر بولا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے ایک ہاتھ میں بادشاہی اور دوسرے میں نبوت ہے، مگر میں یہ بنی زہرہ میں دیکھ رہا ہوں، اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو وہ بولا: کیا آپ نے بنی زہرہ کی کسی خاتون سے شادی کی ہے؟ نفی میں جواب پا کر اس نے مشورہ دیا: واپس جا کر فوراً بنی زہرہ میں شادی کر لیجئے گا۔[7] مگر واپس آکر آپ کے ذہن سے یہ بات اتر گئی، لیکن جب حضرت عبد اللہ کے ساتھ شکار والا واقعہ ہوا اور اس پر بنی زہرہ سے رشتہ بھی آگیا تو آپ فوری راضی ہو گئے، علامہ طبری لکھتے ہیں: حضرت عبد المطلب اپنے بیٹے عبد اللہ کے ساتھ وہب بن عبد مناف کی طرف گئے اور ان کی شادی آمنہ بنت وہب سے کر دی۔ ایک قول کے مطابق حضرت آمنہ اپنے چچا وہیب کی پرورش میں تھیں، حضرت عبد المطلب وہیب کے پاس آئے اور اس کی بیٹی ہالہ کو اپنے لیے اور حضرت آمنہ کو اپنے بیٹے کیلئے مانگا، یوں دونوں باپ بیٹے کا نکاح ایک ہی مجلس میں ہوا اور حضرت آمنہ سے حضور جبکہ حضرت ہالہ سے حضرت حمزہ اور صفیہ پیدا ہوئے۔[8]

---

❶ سیرت حلبیہ، 1 / 48 ❷ النہایہ فی غریب الاثر، 4 / 27 ❸ سیرت ابن ہشام، ص 64 ❹ شرف المصطفیٰ، 1 / 339 ❺ تاریخ الخمیس، 1 / 182 ❻ شرف المصطفیٰ، 1 / 339 ❼ دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی، 1 / 129 و شرف المصطفیٰ، 1 / 346 ❽ ذخائر العقبیٰ للطبری، 1 / 258

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزات قسط دوم

حضرت علامہ مفتی سید نعیم الدّین مُراد آبادی رحمۃُ اللہِ علیہ اپنی کتاب بنام کتاب العقائد صفحہ 19 پر فرماتے ہیں: انبیائے کرام علیہم السلام سے معجزات بہت ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور یہ اُن کی نبوّت کی دلیل ہیں۔ معجزات دیکھ کر آدمی کا دل نبی کی سچائی کا یقین کرلیتا ہے جس کے ہاتھ سے قدرت کی ایسی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں جن کے مقابل سب لوگ عاجزو حیران ہیں ضرور وہ خُدا کا بھیجا ہوا ہے چاہے ضِدّی دُشمن نہ مانے مگر دل یقین کر ہی لیتا ہے اور عقل والے ایمان لے آتے ہیں۔ کوئی جھوٹا نبوّت کا دعویٰ کرکے معجزہ ہرگز نہیں دکھا سکتا قدرت اس کی تائید نہیں فرماتی۔ یاد رکھئے! اگر انبیائے کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام سے اعلانِ نبوت سے پہلے کوئی ایسی نادرالوجود و تعجب خیز چیز صادر و ظاہر ہوجائے جو عام طور پر عادتاً نہیں ہوا کرتی تو اسے "ارہاص" کہتے ہیں اور اعلانِ نبوت کے بعد ہوں تو "معجزہ" کہلاتی ہیں۔[1] حضرات انبیائے کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے معجزات کا مطلقاً انکار کرنے والا کافر، ملحد اور زندیق ہے۔[2] گزشتہ قسط میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے عظیم الشّان معجزے کا ذکر ہوا یعنی آپ علیہ السّلام کو خطرناک آگ میں ڈالا گیا لیکن اس کے باوجود اللہ پاک کی رحمت سے آپ کو اس آگ سے کوئی نقصان نہ پہنچا، اس قسط میں آپ علیہ السّلام کے مزید معجزات و عجائبات پیشِ خدمت ہیں، لیکن اس سے پہلے یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ آپ علیہ السّلام کو چونکہ بچپن ہی سے رسالت عطا کردی گئی تھی۔[3] لہٰذا آپ کی نشوونما جس طرح ہوئی وہ بذاتِ خود معجزے سے کم نہیں۔ کیونکہ جب آپ علیہ السّلام کی ولادت مبارک ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو نمرود کے شر سے بچانے کے لئے ایک غار میں لے گئیں، جہاں آپ کے کھانے پینے کا انتظام یہ ہوا کہ آپ کو ایک انگلی سے پانی، ایک سے شہد، ایک سے دودھ، ایک سے کھجوریں اور ایک سے گھی ملتا تھا، اسی طرح آپ علیہ السّلام کی جسمانی بڑھوتری بھی تیزی سے ہوئی یعنی آپ دنوں میں مہینوں جتنے اور مہینوں میں سالوں جتنے بڑھے۔[4]

90 سال کی عمر میں اولاد مل گئی: جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی عمر مبارک 90سال ہوئی تو اللہ پاک کی طرف سے فرشتے آپ کے لئے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی پیدائش کی خوش خبری لے کر حاضر ہوئے اس پر آپ کو بہت تعجب ہوا، سیرتُ الانبیاء میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا اولاد کی خوش خبری سن کر یہ تعجب اللہ پاک کی قدرت پر نہیں بلکہ عادت کے بر خلاف کام ہونے پر تھا کہ عموماً بڑھاپے میں کسی کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔[5]

مقام ابراہیم کیا ہے؟ خانہ کعبہ کے دروازے کے سامنے ایک قُبّہ بنا ہوا ہے جس میں وہ جنّتی پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر آپ علیہ السّلام نے کعبہ شریف کی عمارت تعمیر کی، اس جگہ کو مَقامِ ابراہیم کہا جاتا ہے، جس کا ذکر قرآنِ کریم میں بھی ہے۔ اس پتھر پر آپ کے قدم لگنے سے قدم والی جگہ نرم ہوگئی اور اطراف کی جگہ ویسے ہی سخت رہی وہ نشان اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود اب تک موجود ہے، یقیناً یہ آپ علیہ السّلام کا معجزہ ہے جسے آج بھی دیکھا جا سکتا ہے، اس مبارک پتھر کی خاص

بات یہ بھی تھی کہ جیسے جیسے عمارت بلند ہوتی جاتی وہ پتھر بھی بلند ہوتا جاتا۔[6]

حج کا اعلان کیسے ہوا؟ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام خانہ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آپ کو اللہ پاک کی طرف سے حکم دیا گیا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں، آپ نے عرض کی: لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ اللہ پاک کی طرف سے حکم ہوا کہ اعلان کرو آواز ہم پہنچائیں گے، چنانچہ آپ علیہ السّلام نے ابو قبیس نامی پہاڑ پر چڑھ کر اعلان فرمایا: اے لوگو! اللہ پاک نے تم پر اس گھر یعنی خانہ کعبہ کا حج فرض کیا ہے، تو اس کا حج کرو۔ اللہ پاک نے یہ اعلان ان سب لوگوں کو سنوا دیا جو مردوں کی پشتوں میں اور عورتوں کے رحموں میں تھے اور قیامت تک جن کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا، انہوں نے وہیں سے جواب دیا: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ[7] اب قیامت تک وہی حج کر سکے گا جس نے اس ندا پر لَبَّيْكَ کہا ہو گا۔[8] ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام مقامِ ابراہیم پر اعلان کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ پتھر انہیں لے کر بلند ہونے لگا یہاں تک کہ زمین کے تمام پہاڑوں سے بلند ہو گیا، آپ علیہ السّلام نے اسی بلندی پر سے اعلانِ حج فرمایا جو سات سمندروں کی تہہ تک سنا گیا۔ (یقیناً اتنی دُور تک آواز پہنچ جانا خلافِ عادت کام بھی ہے اور عقلوں کو حیران کرنے والی بات بھی ہے)[9]

پرندے کیسے زندہ ہوئے؟ ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اللہ پاک سے مردوں کے زندہ ہونے کی کیفیت کے متعلق سوال کیا جس کے جواب میں اللہ پاک نے انہیں چار پرندوں کو ذبح کرنے اور ان کے گوشت کو مکس کر کے مختلف پہاڑوں پر رکھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ایسا ہی کیا، اس کے بعد خدا کے حکم کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ان پرندوں کو آواز دی تو سارے کے سارے پرندے زندہ ہو کر آپ کے سامنے آ گئے۔[10]

حضرت ابراہیم اور دو بھوکے شیر ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر کفار کی طرف سے دو بھوکے شیر چھوڑ دیئے گئے تاکہ وہ آپ کو نقصان پہنچائیں لیکن ان شیروں نے جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو دیکھا تو وہ دونوں شیر آپ کو نقصان پہنچانے کے بجائے آپ کے قدموں میں حاضر ہو گئے (گویا آپ کے ساتھ محبت کا اظہار کرنے لگے)۔[11]

ریت عمدہ اناج میں کیسے بدلی؟ ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور نمرود کے درمیان اسلام اور کفر کے متعلق مناظرہ ہوا جس میں نمرود کو بدترین شکست ہوئی، اس مناظرے کے بعد بدبخت نمرود نے آپ کو اناج دینے سے انکار کر دیا، آپ وہاں سے ایسے ہی آ گئے اور گھر کے قریب کسی مقام سے دو بوریوں میں ریت ڈال لی۔ گھر آتے ہی بوریاں رکھ کر سو گئے، اس دوران حضرت سارہ رضی اللہُ عنہا اٹھیں اور بوریوں کو کھولا تو دیکھا کہ دونوں بوریوں میں عمدہ اناج ہے۔[12]

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے زمانے میں ایک جابر بادشاہ نے آپ علیہ السّلام کی زوجہ حضرت سارہ پر قبضہ کرنا چاہا لیکن وہ اپنے اس ناپاک ارادے میں کامیابی حاصل نہ کر پاتا کیونکہ حضرت سارہ اس کے لئے بد دعا کرتیں تو اس کا دم گھٹنے لگتا اور اپنا پاؤں زمین پر مارتا لیکن جب اس نے معافی مانگی تو حضرت سارہ نے اس کے لئے دعا فرمائی تو اللہ پاک نے اسے ٹھیک کر دیا، مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: بادشاہ کی یہ پکڑ اور چھوٹ حضرت سارہ کی کرامت بھی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا معجزہ بھی۔[13]

---

❶ کراماتِ صحابہ، ص36 ❷ انوار الحدیث، ص452 ❸ تفسیر رازی، 8/ 151 ❹ بغوی، 2/ 90 ملخصاً ❺ سیرت الانبیاء، ص 318- الطبقات الکبریٰ، 1/ 40 ❻ تفسیر نعیمی، 1/ 631 ❼ تفسیر خازن، 3/ 305 ملتقطاً ❽ سیرت الانبیاء، ص329 ❾ تفسیر ابن ابی حاتم، ص 2487 ❿ سیرت الانبیاء، ص 331 ⓫ مصنف ابن ابی شیبہ، 16/ 524، حدیث: 32481 ⓬ ابن کثیر، 1/ 526 ملخصاً ⓭ مراۃ المناجیح، 7/ 569

سلسلہ فیضانِ اعلیٰ حضرت

شرحِ سلامِ رضا

بنت اشرف عطاریہ مدنیہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان)
گوجرہ منڈی بہاؤالدین

(13)

فتح بابِ نبوت پہ بے حد دُرود
ختم دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: فتح: کھولنا۔ باب: دروازہ۔ دَور: زمانہ۔

مفہومِ شعر: نبوت کا دروازہ کھولنے والی ذات پر بے حد درود اور رسالت کے سلسلے کو ختم کرنے والے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر لاکھوں سلام۔

شرح: فتح بابِ نبوت: ویسے تو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم تمام انبیائے کرام علیہم السّلام کے بعد دنیا میں تشریف لائے اور آپ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا، لیکن حقیقت میں نبوت و رسالت کا دروازہ کھولنے والے بھی آپ ہی ہیں۔ جیسا کہ آپ کا فرمان بھی ہے: كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَد یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السّلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔[1] یعنی حضرت آدم علیہ السّلام سے پہلے بھی آپ نبی تھے۔ ختم دَورِ رسالت: نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا اور اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: لَا نَبِيَّ بَعْدِي یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔[2] قرآنِ پاک میں ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ (پ22، الاحزاب: 40) ترجمہ کنزُ العرفان: محمد تمہارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں۔

(14)

شرق انوارِ قدرت پہ نوری دُرود
فتق اَزہارِ قربت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: شرق: چمکنا۔ فتق: کھلنا۔ ازہار: کلیاں۔

مفہومِ شعر: آپ پر نوری درود کہ آپ کے ذریعے اللہ پاک کے انوار و تجلیات کا فیضان جاری ہوا اور لاکھوں سلام کہ آپ کے وجود سے اللہ پاک کے قرب کی کلیاں کھلیں۔[3]

شرح: شرقِ انوارِ قدرت: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سراپا نور ہیں، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌۙ (پ6، المآئدۃ: 15) ترجمہ کنزُ العرفان: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آگیا اور ایک روشن کتاب۔ یہاں نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ یعنی حضور اللہ پاک کا نور ہیں، لیکن اللہ پاک نے آپ کو لباسِ بشریت میں دنیا میں بھیجا، مگر پھر بھی آپ کا نور بشریت پہ غالب رہا، یہی وجہ ہے کہ آپ کے جسمِ اقدس کا سایہ نہیں تھا۔[4]

فتق ازہارِ قربت: حدیثِ قدسی "میں ایک مخفی خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا"۔[5] کی شرح میں امام عبد الکریم الجیلی رحمۃُ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب اللہ پاک نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو وہ جانتا تھا کہ مخلوق حادث ہونے کی وجہ سے میری معرفت حاصل نہیں کر سکے گی تو اس نے اس محبت سے اپنے محبوب کو پیدا کیا اور انہیں تجلیاتِ ذات کے ساتھ مخصوص کیا اور اس حبیب سے آگے تمام عالم

کو پیدا کیا تاکہ اللہ پاک اور اس کی مخلوق کے درمیان ایک نسبت قائم ہو جائے اور وہ اس حوالے اور نسبت سے اپنے خالق کی معرفت پا سکے۔[6] الغرض اگر مخلوق کے لیے اللہ پاک کی معرفت کا راستہ کھلا تو اس کا وسیلہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔[7] اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ اپنے ایک اور کلام میں فرماتے ہیں:

سب تمہارے در کے رستے ایک تم راہِ خدا ہو
سب کی ہے تم تک رسائی بارگہ تک تم رسا ہو

(15)

بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل
جوہرِ فردِ عزت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: بے سہیم: بے مثال۔ قسیم: حصہ دار۔ عدیل: برابر، ہم رتبہ۔ مثیل: ہم مثل۔

مفہومِ شعر: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بے مثل و بے مثال ہیں، آپ کا کوئی حصہ دار ہے نہ کوئی ہم رتبہ۔ اس بے مثال آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر لاکھوں سلام ہوں جو عزت و مرتبہ کے اس مقام پر فائز ہیں جو صرف آپ کی ذات کا حصہ ہے۔

شرح: بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی مثل نہ کوئی ہوا ہے نہ ہو گا، آپ اپنی صفات میں یکتا ہیں، ہر لحاظ سے بے مثل و بے مثال ہیں، چاہے وہ آپ کا حسن و جمال ہو یا آپ کا حسنِ اخلاق، کردار ہو یا گفتار۔ الغرض آپ کے مرتبے میں کوئی آپ کا حصہ دار نہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے بھائی بہن نہیں تھے جو آپ کے برابر ہونے کا دعویٰ کر سکتے۔ بلاشبہ اللہ پاک کے بعد پوری کائنات میں سب سے بڑا رتبہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" اور اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں:

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

(16)

سرِّ غیبِ ہدایت پہ غیبی درود
عطرِ جیبِ نہایت پہ لاکھوں سلام

مشکل الفاظ کے معانی: سر: راز۔ جیب: سینہ و دل۔

مفہومِ شعر: غیب کے راز بتانے والے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر غیبی درود اور جنت کی خوشبوؤں سے بسے سینے پہ لاکھوں سلام۔

شرح: سرِ غیب ہدایت: ہم اللہ پاک کی وحدانیت، جنت دوزخ اور قبر و حشر وغیرہ پر یقین رکھتے ہیں، حالانکہ ہم نے اپنی آنکھوں سے کچھ نہیں دیکھا، بلکہ ان کا علم ہمیں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ذریعے ہوا۔ قرآنِ کریم میں ہے: عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا(۲۶) اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (پ29، الجن: 26، 27)

ترجمہ کنز الایمان: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

شیخ المحدثین حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃُ اللہِ علیہ نبوت کا معنیٰ لکھتے ہیں: غیبی علوم پر مطلع ہونا ہی نبوت ہے۔[8]

بلاشبہ اللہ پاک نے اپنے آخری رسول و ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو غیب کے ان تمام رازوں سے آگاہ فرمادیا جو کوئی اور نہیں جانتا، لہٰذا ان کے بتائے ہوئے حقائق پر ایمان لانا فرض ہے اور اسے ہی ایمان بالغیب بھی کہتے ہیں۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

عطرِ جیبِ نہایت: معرفتِ باری میں سب سے مقدم بھی آپ کی ذات ہے اور سب سے کامل بھی آپ کی ذات ہے۔

ایمان ملا ان کے صدقے قرآن ملا ان کے صدقے
رحمٰن ملا ان کے صدقے وہ کیا ہے جو ہم نے پایا نہیں

---

1 مصنف ابن ابی شیبہ، 20/231، حدیث: 37708 2 ترمذی، 4/93، حدیث: 2226 ملتقطاً 3 شرح سلامِ رضا، ص141 مفہوماً 4 شرح سلامِ رضا، ص141 مفہوماً 5 مرقاۃ المفاتیح، 9/716 ملتقطاً 6 جواہر البحار، 1/294 7 شرح سلامِ رضا، ص144 ملخصاً 8 الشفا، 1/250

سلسلہ فیضانِ امیر اہلسنت

ملفوظاتِ امیرِ اہلسنت

(1) دولہا اور دلہن کو اسٹیج پر اکٹھے بٹھانا

سوال: ولیمے کے موقع پر دولہا اور دلہن کو اکٹھے اسٹیج پر بٹھایا جاتا ہے، اس کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

جواب: دولہا دلہن کو عوام کے سامنے اسٹیج پر اکٹھے بٹھانا اپنی شرم و حیا کی دھجیاں اُڑانا ہے۔ اگر دلہن معاذ اللہ بے پردہ بٹھائی جاتی ہے تب تو یہ خاص بد نگاہی کا موقع ہوتا ہے اور ایسے موقع پر شیطان بھرپور وار کرے گا، ظاہر ہے کہ یہ حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ پہلے تو دولہا دلہن کے فوٹو کی فریم گھر میں لگادی جاتی تھی مگر اب تو بہت کچھ بڑھ گیا ہے، ممکن ہے کہ اب تو سوشل میڈیا پر بھی دکھاتے ہوں۔ یہ سب دَیوث بنانے والے کام ہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ اٰمین بجاہِ النّبیّ الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم۔ (1)

(2) جہیز میں کون سی کتاب دی جائے؟

سوال: بہن کو جہیز میں کون سی کتاب دی جائے؟

جواب: سبحانَ اللہ! بہن کو جہیز میں تفسیر "صراط الجنان" کی 10 جلدیں دے دیجیے۔ قرآنِ کریم کی تفسیر گھر میں رکھی رہے گی جب بھی برکتیں لٹاتی رہے گی۔ اس میں اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رحمۃُ اللہِ علیہ کا ترجمہ قرآن کنز الایمان بھی ہے۔ اگر خرچہ کم کرنا چاہیں تو پھر بہارِ شریعت دی جاسکتی ہے یا پھر ترجمۂ قرآن کنز الایمان مع خزائنُ العرفان ایک ہی جلد میں ہے یہ دیا جاسکتا ہے۔ فیضانِ سنت جلد اول اور اس کے دیگر ابواب مثلاً غیبت کی تباہ کاریاں، نیکی کی دعوت یہ پورا سیٹ بھی دیا جاسکتا ہے۔ جتنی کتب کا میں نے عرض کیا یہ سارے سیٹ بھی جہیز میں دیئے جاسکتے ہیں۔

لوگ لاکھوں کروڑوں روپے شادیوں پر خرچ کرتے ہیں اور سونے کا ڈھیر لگادیتے ہیں، اگر نیکیوں کا ڈھیر لگانے والے اسباب بھی چند ہزار روپے خرچ کرکے دے دیئے جائیں تو مدینہ مدینہ۔ گھر میں دینی کتابیں ہوں گی تو کبھی نہ کبھی کوئی تو کھول کر دیکھے گا کہ یہ کیا ہے؟ آنے والی نسلیں دیکھیں گی کہ یہ کیا ہے؟ گھر کے دیگر افراد دیکھیں گے کہ یہ کیا ہے؟ لہٰذا جہیز میں دینی کتابیں دینی چاہئیں۔ (2)

(3) شادی میں گلدستہ یا شوپیس تحفے میں دینا

سوال: شادی میں بہت سے لوگ قیمتی اور مہنگے گلدستے تحفے میں دیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

جواب: شادی کے موقع پر جو اُلٹے سیدھے طرح طرح کے Gifts (تحائف) دیئے جاتے ہیں تو وہ کسی کام کے نہیں ہوتے ۔ مثلاً عام طور پر شادیوں میں شو پیس دیتے ہیں یا ایسے قیمتی گلدستے دیتے ہیں جن میں عام طور پر خوشبو نہیں ہوتی تو ایسے گلدستے دینا جائز ہے، یوں ہی ایسے شوپیس دینا بھی جائز ہے جن میں جاندار کا پتلا نہ ہو لیکن ایسی چیزوں کے فوائد کم ہیں۔ اب گلدستے کو بندہ کیا کرے گا؟ مثلاً حاجی عبید رضا کو کسی نے قیمتی گلدستہ آکر دیا، اب حاجی عبید رضا نے اسے کیا کرنا ہے؟ جزاکَ اللہ کہہ کر رکھ لینا ہے اور پھر کسی کو پکڑا دینا ہے۔ اگر کچھ دینا ہی تھا تو اس کی جگہ کوئی دینی کتاب دے دیتے۔ اگر

کوئی عمامہ پہنتا ہے تو اس کو سوٹ پیس اور عمامہ دے دیتے، سنت کے مطابق پہنتا رہے گا اور نمازیں پڑھتا رہے گا۔ دینی کتابیں دعوتِ اسلامی نے ہزاروں رکھی ہوئی ہیں، مکتبۃ المدینہ بھرا پڑا ہے، لہٰذا ان میں سے کوئی کتاب حسبِ توفیق خرید کر کے تحفے میں دے دی جائے۔ اگر شادی کے گفٹ کے طور پر کوئی کتاب دینی ہے تو اس پر لکھ بھی دیں کہ فلاں کی شادی کے موقع پر تحفہ، یا شادی مبارک۔ اگر شادی مبارک وغیرہ لکھ کر کتاب دیں گے تو اُمید ہے کہ وہ یادگار کے طور پر سنبھال کر رکھے اور پڑھے۔ اگر دولہا پہلے سے دینی ماحول میں ہے تب بھی کتاب تحفے میں دیں کہ گھر میں کوئی تو پڑھے گا۔ مسلمانوں کے گھر میں دینی کتاب جائے گی تو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچائے گی بلکہ ان شاءاللہ کچھ نہ کچھ کما کر دے گی۔[3]

(4) دولہا دلہن کے سلامی لینے کی جائز اور ناجائز صورت

سوال: کیا دولہا دلہن کا اکٹھے بیٹھ کر رشتے داروں سے سلامی لینا جائز ہے؟ جبکہ اس دوران مووی اور تصاویر بھی بنتی ہیں اور دولہا دلہن غیر محرم سے بھی سلامی لیتے ہیں۔

جواب: سوال میں جو صورت پوچھی گئی ہے یہ تو ناجائز ہے کہ نامحرم وہاں موجود ہیں اور دلہا دلہن ان سے مل کر سلامی لے رہے ہوتے ہیں۔ دلہن نامحرم مردوں کے سامنے ہو اور دولہا کے سامنے نامحرم عورتیں ہوں اور یہ آپس میں لین دین، مذاق مسخری کر رہے ہوں، بدنگاہی کا ماحول ہو اور میوزک بھی چل رہا ہو تو اس طرح کا ماحول بنانا گناہ ہے۔ ہاں اگر صرف گھر کے محارِم مثلاً ماں بہنیں بیٹھی ہیں اور تحائف کا لین دین ہو رہا ہے اور وہاں کوئی نامحرم نہیں اور نہ ہی گانے باجے وغیرہ کوئی بے ہودہ حرکت ہو تو پھر جائز ہے۔[4]

(5) کسی عزیز کے انتقال کے بعد شادی کب کی جائے؟

سوال: اگر شادی کی تاریخ طے ہونے کے بعد کسی عزیز کا انتقال ہو جائے تو پھر کتنے دنوں بعد شادی کی جائے؟

جواب: سوگ تین دن تک ہوتا ہے۔[5] لہٰذا تین دن کے بعد شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ ہمارے یہاں لوگ چالیسویں کے بعد شادی کرتے ہیں۔ اگر تین دن کے بعد فوراً شادی کریں گے تو خاندان میں باتیں بنیں گی، مسائل کھڑے ہوں گے اور گناہوں کے دروازے کھلیں گے تو اس لیے تھوڑا صبر کر لیا جائے، مگر ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اگر کسی کے رشتہ دار کا انتقال ہو جائے تو وہ تین دن کے اندر شادی کر ہی نہیں سکتا۔ اگر کسی کی ماں یا باپ کا انتقال ہو گیا تو ایسی صورت میں چہلم تک انتظار کرنا غالباً معاشرے میں برائیوں اور خرابیوں سے بچانے والا ہے۔ انتقال کے بعد تین دن کے اندر تو کوئی شادی نہیں کرے گا، کیونکہ یہ سوگ کے دن ہیں اور گھر میں صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے اور یہ دولہا بنے گا تو ظاہر ہے جچے گا نہیں۔ البتہ پھر بھی اگر کسی نے تین دن کے اندر اندر شادی کر لی تو اس کا نکاح جائز ہو جائے گا اور وہ گناہ گار بھی نہیں ہو گا۔ عموماً ایسا کوئی کرتا نہیں ہے اور نہ ہی کبھی ایسا سنا گیا ہے اور کرنا بھی نہیں چاہیے کہ اس سے تنفیر کی صورت بنے گی اور لوگ نفرت کی باتیں کریں گے۔ یاد رہے! جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا اس کے لیے سوگ چار ماہ دس دن ہے۔[6] تو ان دنوں میں اگر یہ عورت نکاح کرے گی تو نکاح نہیں ہو گا۔[7] بلکہ ان چار ماہ دس دن کے اندر نکاح کا پیغام دینا بھی حرام ہے۔[8] البتہ اگر اس عورت کے پیٹ میں بچہ تھا اور شوہر کے انتقال کے بعد وہ بچہ فوراً پیدا ہو گیا تو اب اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر بچہ ایک مہینے یا جتنے دن کے بعد پیدا ہوا اتنی مدت تک عدت ہے اور اگر چار ماہ دس دن تک پیدا نہ ہوا تو اب عدت وضعِ حمل (یعنی بچے کے پیدا ہونے) تک رہے گی۔[9]

---

❶ ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 2/56 ❷ ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 2/102 ❸ ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 2/102-103 ❹ ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 2/147 ❺ بخاری، 1/432، حدیث: 1279 ❻ بخاری، 1/432، حدیث: 1280 ❼ فتاویٰ رضویہ، 11/290 ❽ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، ص95 ❾ ملفوظاتِ امیر اہلِ سنت، 2/65-66

مسلمان بیٹی

ام میلاد باجی
نگران عالمی مجلس
مشاورت دعوت اسلامی

اللہ پاک نے عورت کو جہاں ہر روپ میں عزت، مقام و مرتبہ اور بلندیاں عطا فرمائیں وہیں اسے اس کی حیثیت کے مطابق مختلف ذمّہ داریاں بھی عطا کیں، یعنی ماں ہونے کی حیثیت سے اس کا الگ کردار ہے اور بیوی ہونے کی حیثیت سے اس کی الگ ذمّہ داری، اسی طرح بیٹی ہونے کی حیثیت سے بھی اس پر مختلف ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں، بلکہ بیٹی کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ یہی کل کی بیوی اور ماں ہوگی۔

والدین کی ذمّہ داری: بچوں کی اچھی تربیت میں ماں باپ کا کردار انتہائی اہم ہے، اگر والدین اچھی تربیت کریں گے تو یقیناً اس کے اثرات ان کے بچوں پر مرتب ہوں گے، بالخصوص بیٹیوں کی تربیت کا معاملہ تو اور بھی حساس ہے، لہٰذا والدین کو بھی چاہیے کہ دینی سانچے میں ڈھل جائیں تاکہ گھر کا ماحول مزید بہتر ہوسکے اور بیٹی کی پرورش اچھی ہو۔

ٹیچرز کی ذمّہ داری: بیٹی کی تربیت میں چونکہ معلمات کا بھی اہم کردار ہوتا ہے اس لئے والدین کو چاہیے کہ ان کی تعلیم و تربیت کیلئے اسلامی تعلیمات سے آراستہ ٹیچرز کا انتخاب کریں تاکہ ان کی صحبت سے طالبات پر اچھے اثرات مرتب ہوں۔

بیٹی کی تربیت کے لئے رہنما باتیں: یقیناً ہر ماں کو اپنی بیٹی کی عمدہ و اعلیٰ تربیت کے لئے ان باتوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے: ٭ بیٹی کو بچپن سے صحابیات و صالحات کے پیارے اور سبق آموز واقعات بتائیں۔ ٭ اس کی دینی تعلیم کا خاص اہتمام کریں۔ ٭ اسے گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانا سکھائیں۔ ٭ عملی زندگی میں امورِ خانہ داری میں مہارت کی اہمیت سے آگاہ کریں۔ ٭ نامحرموں سے پردہ کرانے کی عادت بنائیں۔ ٭ بری صحبت سے دور رکھیں۔ ٭ سوشل میڈیا، نیٹ اور موبائل سے دور رہنے کا ذہن دیں۔ ٭ ضدی، نافرمان، بدزبان، بے حیا اور فضول خرچ نہ بنائیں۔ ٭ اچھی عادات کی ترغیب کے لئے دینی محافل اور اجتماعات میں شرکت کروائیں۔ ٭ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے شفقت بالخصوص سکھائیں۔

مسلمان بیٹی کو چاہیے: ٭ والدین کا کہنا مانے ٭ اگر والدین خلافِ شرع کام کا کہیں تو حکمتِ عملی سے منع کرے اور انہیں مناسب انداز میں نیکی کی دعوت دے، اس کے لئے یہ واقعہ حکمت و دانائی کے کئی پہلو ہم پر واضح کرتا ہے کہ جب مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی، آپ لوگوں کے حالات جاننے کے لئے رات کو مدینہ شریف کی گلیوں کا دورہ فرماتے تھے، ایک رات آپ نے ایک گھر سے آواز سنی: بیٹی! دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا دو۔ تو ایک لڑکی بولی: امی جان! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مسلمانوں کے خلیفہ نے حکم دیا ہے کہ کوئی بھی دودھ میں پانی نہ ملائے۔ ماں پھر بولی: بیٹی! رات کا وقت ہے، ہر طرف اندھیرا ہے اس وقت تو تمہیں خلیفہ نہیں دیکھ رہے، انہیں کیا معلوم کہ تم نے دودھ میں پانی ملایا ہے! جاؤ اور دودھ میں پانی ملا دو۔ لڑکی نے کہا: اس وقت اگرچہ خلیفہ نہیں دیکھ رہے لیکن میرا رب تو دیکھ رہا ہے، میں ہرگز دودھ میں پانی نہیں ملاؤں گی۔[1] اللہ پاک سب مسلمان بیٹیوں کو ان کی سیرت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 عیون الحکایات، ص28 ملخصاً

بہو کا کردار

بنت اللہ بخش عطاریہ
ہند

بلاشبہ ماں اپنے بیٹے کو خونِ جگر پلا کر پالتی پوستی ہے، باپ بھی ہر اعتبار سے اس کا خیال رکھتا ہے اور یہ دونوں اپنے بیٹے کو جوانی کی دہلیز تک پہنچانے میں بہت سی قربانیاں دیتے اور کافی مشکلات برداشت کرتے ہیں، جب بیٹا جوان ہوتا ہے تو والدین کا ایک ہی ارمان رہ جاتا ہے کہ اس کے لئے ایسی دلہن لائیں جو اس کی تو اچھی رفیقِ سفر ہو مگر ان کے لئے بہو کی شکل میں اچھی بیٹی ہو۔ لہٰذا عورت کو بہو کی حیثیت سے سلیقہ مندی، عقل مندی، ملنساری، حفظِ مراتب اور زبان کی مٹھاس سے کام لیتے ہوئے ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جس فیملی کا وہ حصہ بنی ہے، اس کے کردار و گفتار کی وجہ سے اس فیملی کے ارمانوں کا خون نہ ہونے پائے اور کوشش کرے کہ اس کی وجہ سے گھر کا ماحول پُرسکون رہے۔ چنانچہ اس کے لئے ہر بہو کو ان باتوں کو مدِّ نظر رکھنا چاہئے:

❊ ساس کو ماں، سسر کو باپ اور نندوں کو اپنی بہنیں سمجھے، اگر ایسا نہ کرے گی تو ان کی عظمت و اپنائیت کے لئے دل کشادہ کرے گی نہ ان کی ڈانٹ ڈپٹ اور کڑوی باتوں پر صبر کر سکے گی۔ بلکہ بدلے میں انہیں جواب دے کر یا غیر اخلاقی رویہ اختیار کر کے یا ان کی مخالفت کر کے ان کا، اپنا اور شوہر کا سکون تہ و بالا کر دے گی۔

❊ عام طور پر شادی کے بعد عورت کو بحیثیت بہو مستقل طور پر شوہر کے گھر والوں کے ساتھ ہی رہنا پڑتا ہے لہٰذا جب تک وہ ان کے مزاج، طرزِ گفتگو، طور طریقوں، رہن سہن اور گھریلو معاملات کو سمجھ کر (جو شرعاً ناجائز نہ ہوں) خود کو ان کے مطابق یا پھر انہیں اپنے مزاج کے مطابق نہیں ڈھالے گی تب تک گھریلو خوشگواری اس گھر سے روٹھی رہے گی کیونکہ مختلف مزاج والوں کا ایک دوسرے کے ساتھ طویل وقت تک رہنا ایک طرف وقتی طور پر بھی کافی مشکل ہو جاتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ دوسروں کو اپنا ہم مزاج کرنے کے مقابلے میں خود کو دوسروں کا ہم مزاج بنالینا کافی آسان ہے۔

❊ بہو اس بات کو ہرگز نظر انداز نہ کرے کہ اس کے اس گھر میں آنے سے پہلے بھی امورِ خانہ داری کی نگران و ذمہ دار ساس ہی تھی اور اس کے آنے کے بعد بھی وہی ہے، لہٰذا مختلف معاملات میں ساس کی حیثیت کو چیلنج نہ کرے بلکہ اسے فراخ دلی سے تسلیم کرے، وہ جو کام سونپے خوش اسلوبی سے کرے، اگرچہ شادی سے پہلے اپنے گھر میں ماں یا بڑی بہنوں نے اسے کام سے آزاد رکھا تھا، لہٰذا یہاں اپنی ذمہ داریوں کو بوجھ جانتے ہوئے خود کو گھر کی نوکر نہ سمجھنے لگے کہ اس سے اس کی اپنی زندگی دشوار ہو گی اور وہ کبھی بھی ایک خوش گوار ماحول میں سانس نہ لے پائے گی۔ نیز ساس کے علاوہ نندیں بھی اگر کام کا کہیں تو بہن سمجھ کر ان کے کام کر دے، عام طور پر نندوں کو گھر کی حکمران (ساس) کے دائیں بازو کی حیثیت حاصل ہوتی ہے لہٰذا ان سے بگاڑنے کے بجائے بنا کر رکھنا ہی باہمی خوشگواری کا ضامن ہے۔

❊ سسرالیوں کے رویّوں، رہن سہن، عادات و اطوار، معمولات

اور مالی حالات وغیرہ کا اپنے میکے والوں سے موازنہ کرے نہ کسی معاملے میں انہیں اپنے میکے والوں سے نیچا دکھانے کی کوشش کرے کیونکہ اس کی وجہ سے کینہ وحسد، دلی کدورتوں اور بسا اوقات لایعنی بحثوں کی راہ ہموار ہوتی اور سسرالیوں کے دل میں بہو کے گھر والوں کیلئے تناؤ پیدا ہوتا ہے۔

* سسرال میں اپنے میکے والوں کے غیر ضروری تذکرے نہ کرے کہ اس سے بھی ساس سسر شوہر اور نندوں وغیرہ کو انجانی کوفت ہونے لگتی ہے اور وہ چڑنے لگتے ہیں۔

* فون وغیرہ کے ذریعے اپنے میکے والوں سے اتنا زیادہ رابطہ نہ رکھے کہ میکے والے تشویش اور غلط فہمیوں کا شکار ہو جائیں۔

* ضرورتاً اپنے والد، والدہ یا بہنوں وغیرہ سے فون پر بات کرنی پڑے یا ان کا فون آئے تو سُسرالیوں سے بطورِ خاص دور جاکر کسی گوشے میں بات کرنے کے بجائے ان کے سامنے ہی بات کرلے، اس طرح خود بھی غیبت وغیرہ سے بچ جائے گی اور وہ بھی شکوک و شبہات میں نہیں پڑیں گے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم تین افراد ہو تو دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر ایک دوسرے سے سرگوشی نہ کریں۔[1] تاکہ وہ یہ گمان نہ کرے کہ یہ دونوں اس کے خلاف سرگوشی کررہے ہیں۔[2]

* اپنے میکے میں سسرال کی خامیوں اور کمزوریوں کا تذکرہ نہ کرے کہ اب شوہر کا گھر اس کا اپنا ہی گھر ہے اور گھر کی خامیوں اور کمزوریوں کا دوسروں سے تذکرہ کرنا اخلاقی اور سماجی دونوں اعتبار سے غلط ہے۔

* سسرال میں اگر آپسی جھگڑے ہوں بالخصوص نندوں اور جٹھانیوں میں نوک جھونک ہو تو بہو فساد پھیلائے نہ خود کو کسی کی آلہ کار بنائے بلکہ اپنا دامن بچائے اور ممکن ہو تو صلح کروا دے کہ ایک حدیثِ پاک میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صلح کروانے کو نماز روزے اور زکوٰۃ سے بھی افضل عمل بتایا ہے۔[3]

* یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھے کہ خود ہی اپنی بالادستی جتانے اور مسلط کرنے میں اور بے لوث محنت کرکے دوسروں سے اپنی بالادستی تسلیم کروانے میں بڑا فرق ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دِیدہ ور پیدا

* رہائش کے مناسب بندوبست کے باوجود صرف اپنی مرضی و خوشی کے پیشِ نظر ساس سُسر، نندوں، دیورانیوں اور جٹھانیوں سے جدا رہنے کے لئے بہو کو علیحدہ گھر کی ضد سے باز رہنا چاہئے اور شوہر کو اس کے والدین اور بہن بھائیوں کے مقابل نہیں لانا چاہئے، بالخصوص جبکہ علیحدہ گھر مُہیّا کرنا شوہر کی استعداد سے باہر یا مرضی کے خلاف ہو، کیونکہ اس کی وجہ سے اسے اپنی ساس سُسر، نندوں دیورانیوں اور جٹھانیوں کی پہلے سے زیادہ مخالفت کا سامنا کرنے کے علاوہ شوہر کو خود سے بددل کرنے کی مصیبت بھی جھیلنی پڑ سکتی ہے۔

* سُسر اور بہو اگرچہ ایک دوسرے کیلئے محرم ہیں، ان کے لئے ایک دوسرے سے شرعی پردہ کرنا واجب نہیں مگر اس کے باوجود بہو کو چاہئے جب بھی سُسر کے سامنے جانا ہو ان کی بزرگی کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے سر، گلے اور سینے وغیرہ پر دوپٹا یا چادر اچھی طرح اوڑھ لے، ان سے بے تکلّف نہ ہو، تکلّف اور شرم و حیا کی دیوار قائم رکھے، ویسے بھی مُسلم معاشرے کے شریف خاندانوں میں بہو بیٹیوں کا گھر کے بزرگوں کے سامنے کھلے سر جانا بدلحاظی گردانا جاتا ہے۔ البتہ دیور و جیٹھ غیر محرم ہیں ان سے پردہ کرنا شرعاً ضروری ہے۔[4]

اللہ پاک ہمیں ایک دوسرے کے مرتبے کا پاس رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور غیبتوں اور قلبی کدورتوں سے بچائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 بخاری، 4/ 185، حدیث: 6288 2 مرقاۃ المفاتیح، 8/ 299 3 ابو داود، 4/ 365، حدیث: 4919 ماخوذاً 4 فتاویٰ رضویہ، 11/ 415

بچوں کی تعلیمی درسگاہ کا انتخاب کیسے کریں؟

بنت محمد شیر اعوان عطاریہ
بی ایڈ، ایم ایس سی اکنامکس
گولڈ میڈلسٹ (میانوالی)

انسانی زندگی کو خوشگوار اور کامیاب بنانے کیلئے تعلیم کا حصول بلاشبہ اہم اور ضروری ہے کیونکہ تعلیم خواہ دینی ہو یا دنیاوی، اس کا مقصد انسانی زندگی کو سنوارنا ہے۔ چنانچہ دنیا بھر کے اسکول، مدارس اور مساجد و دیگر ادارے اس مقصد کے حصول کیلئے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، لہٰذا جہاں اچھی سوجھ بوجھ رکھنے والے والدین اپنے بچوں کی بہترین تربیت کا سامان کرنے کیلئے اعلیٰ تعلیمی اداروں کا انتخاب کرتے ہیں، وہیں ایسے لوگوں کی بھی ایک کثیر تعداد ہے جو بچوں کی تربیت کے لئے بالکل نہیں دیکھتے کہ وہ انہیں کس قسم کے ادارے میں بھیج رہے ہیں۔ ان کے نزدیک بس بچے کو اسکول بھیجنا ہی ان کی ذمہ داری ہے اور وہ اسے اپنے تئیں خوب نبھاتے بھی ہیں۔ چونکہ گھر کے ماحول کی طرح تعلیمی درس گاہ کا بھی بچے کی شخصیت پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے، لہٰذا والدین سے عرض ہے کہ بچے کی تعلیمی درس گاہ کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کیا کریں۔ چنانچہ درج ذیل نکات کو مد نظر رکھنا بھی یقیناً آپ کیلئے مفید ہو گا:

(1) مسلمان ہونے کے ناطے سب سے پہلے والدین پر لازم ہے کہ اپنے بچوں کیلئے ایسی درسگاہ کا انتخاب کریں جہاں بنیادی اسلامی تعلیمات بھی دی جاتی ہوں۔ کیونکہ فی زمانہ بچوں کی تعلیمی درسگاہ کے انتخاب میں بالکل اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ آیا وہ درسگاہ اسلامی اصول سکھاتی بھی ہے یا نہیں۔ اس حوالے سے دعوتِ اسلامی کے ادارے دار المدینہ (اسلامک اسکول سسٹم) سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ (2) نصاب کا جائزہ لینا بھی بنیادی و انتہائی اہم کام ہے، یعنی یہ دیکھنا کہ آپ کے بچے جو کتابیں پڑھیں گے وہ کیسی ہیں اور ان کے لکھاری کون ہیں؟ کیونکہ کتابوں سے ہی بچوں کی ذہنی نشوونما ہوتی ہے۔ لہٰذا غیر موزوں و غیر دلچسپ نصاب پڑھانے والے ادارے آپ کے بچے کی ذہنی صلاحیت بگاڑنے کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔ (3) یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ اسکول گھر سے زیادہ فاصلے پر نہ ہو کہ پیدل پہنچنا تو درکنار گاڑی پر بھی اسکول پہنچنے میں گھنٹہ لگ جائے، کیونکہ روزانہ صبح سویرے اٹھنا اور اسکول جاتے وواپس آتے ہوئے گھنٹے گھنٹے کا سفر آپ کے بچے کو تھکا دے گا اور وہ سستی کا شکار ہو سکتا ہے، نیز اس کی ذہنی صلاحیتوں کے علاوہ جسمانی صحت بھی متأثر ہو سکتی ہے۔ (4) غیر نصابی سرگرمیاں بچے کو ذہنی و جسمانی طور پر توانا رکھتی ہیں، لہٰذا گلی محلے کے ایسے غیر معیاری اسکولوں میں بچے ہر گز نہ بھیجیں جہاں ان کی جسمانی و ذہنی نشوونما کے لئے غیر نصابی سرگرمیاں تو دور کی بات ان کیلئے گراؤنڈ تک کی سہولت میسر نہ ہو۔ (5) بچوں کے روشن مستقبل کی فکر میں بعض اوقات بچوں کو مخلوط تعلیمی اداروں (Co-Education Sys) کا حصہ بنا دیا جاتا ہے، جہاں لڑکے لڑکیوں کے بے پردہ اکٹھا پڑھنے کی وجہ سے جہاں شرم و حیا کا جنازہ نکلتا ہے، وہیں باہمی میل جول ذہنی بگاڑ اور اخلاقی خلفشار کا سبب بھی بنتا ہے۔ (6) سب سے اہم بات یہ ہے کہ بچوں کو اسکول وغیرہ میں داخل کروانے کے بعد یہ بھی دیکھیں کہ ان کو پڑھانے والے کیسے ہیں؟ کیونکہ بچے کے لئے استاذ ایک رول ماڈل ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا مسلمان، اچھے کردار والا اور نفاست پسند ہونا ضروری ہے۔ اگر وہ ایسا نہ ہو گا تو بچے کے ذہن پر منفی اثرات پڑ سکتے ہیں۔ مثلاً اگر وہ مسلمان ہی نہ ہو تو بچے کی اخلاقی اور ذہنی تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق ممکن نہ ہو گی۔

الغرض بچے کی تعلیمی درسگاہ کا انتخاب کرتے ہوئے والدین کو انتہائی محتاط رہنا چاہئے اور بیان کردہ نکات کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہئے۔

قسط اوّل

سلسلہ ازواجِ انبیا

اللہ پاک کے محبوب اور برگزیدہ رسول حضرت ابراہیم علیہ السلام کی 4 ازواج تھیں۔ (1) حضرت سارہ (2) حضرت ہاجرہ قبطیہ مصریہ (3) حضرت قنطورا (4) حضرت حجون بنت امین۔[1] کتبِ تاریخ میں زیادہ تر پہلی دو ازواج کا ذکر ملتا ہے، جبکہ باقی دو کے متعلق تاریخ کے اوراق خاموش ہیں۔

حضرت سارہ

حضرت سارہ رحمۃ اللہ علیہا کے متعلق منقول ہے کہ حضرت ابراہیم کا آگ سے محفوظ رہنے والا معجزہ دیکھ کر آپ یہ کہتے ہوئے ایمان لائی تھیں: اے ابراہیم! میں اس معبودِ برحق پر ایمان لائی جس نے آپ پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی والا کر دیا۔[2] آپ رشتے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سگے چچا ہاران کی بیٹی تھیں، بعض افراد نے آپ کو حضرت لوط کی بہن اور حضرت ابراہیم کے بھائی ہاران کی بیٹی بھی گمان کیا ہے جو قطعی غلط ہے، کیونکہ اگر یہ مان لیا جائے تو پھر لازم آئے گا کہ حضرت ابراہیم نے اپنی سگی بھتیجی سے نکاح کیا جو کہ ان کی شریعت میں بھی جائز نہ تھا، چنانچہ امام ابو القاسم سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اس ساری صورتِ حال کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم کے چچا ہاران اکبر کی بیٹی تھیں، جبکہ آپ کے بھائی کا نام ہاران اصغر تھا۔[3]

اوصافِ جمیلہ: حضرت سارہ رحمۃ اللہ علیہا حُسنِ سیرت وصورت میں اپنی مثال آپ تھیں، بلکہ حضرت یوسف کا حسن حضرت سارہ کی ہی میراث تھا۔[4] اپنے شوہر کی بہت فرمانبردار تھیں، جیسا کہ تاریخ طبری میں ہے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نافرمانی نہیں کرتی تھیں، اس کی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ اللہ پاک نے آپ کو نہایت بلند شان عطا فرمائی۔[5] چنانچہ شادی شدہ خواتین کو چاہیے کہ خاوند کی نافرمانی سے بچیں اور ہر جائز کام میں ان کی اطاعت کرتی رہیں۔

قرآن پاک میں آپ کا ذکر: قومِ لوط کو تباہ کرنے والے فرشتے مہمان بن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں جب رات کو ٹھہرے اور یہ سب آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ پس پردہ حضرت سارہ رحمۃ اللہ علیہا بھی ان کی باتیں سن کر ہنسنے لگیں۔ اس واقعے کو اللہ پاک نے سورہ ہود میں بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا: وَامْرَاَتُهٗ قَآىٕمَةٌ فَضَحِكَتْ (پ12، ہود:71) ترجمہ کنز العرفان: اور ان کی بیوی (وہاں) کھڑی تھی تو وہ ہنسنے لگی۔

آپ کا ذکر حدیث میں: رسولِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومنوں کی اولاد جنّت میں ایک پہاڑ میں رکھی جاتی ہے، حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ رحمۃ اللہ علیہا ان کی کفالت فرماتے ہیں، قیامت کے روز یہ ان کے والدین کو لوٹا دیئے جائیں گے۔[6] مصر میں صادق ابنِ صادون نامی ایک ظالم قبطی بادشاہ کی حکومت تھی۔ وہ جس مسافر کی بیوی خوب صورت دیکھتا اسے طلاق دلوا کر اپنے پاس رکھ لیتا اور اگر کوئی طلاق نہ دیتا تو اسے قتل کروا دیتا۔ البتہ! اگر وہ عورت اس کی بہن ہوتی تو کچھ نہ کہتا۔ چنانچہ شام کی طرف ہجرت کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت سارہ رحمۃ اللہ علیہا کے ساتھ مصر پہنچے اور اس ظالم کو ان کے متعلق خبر ملی تو پہلے اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے پاس بلایا تاکہ جان سکے

کہ حضرت سارہ آپ کی زوجہ ہیں یا نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ اس کے برے ارادوں اور بہ تعلیمِ الٰہی اس کے اصول سے بھی آگاہ تھے۔[7] لہٰذا اس کے حضرت سارہ کے متعلق پوچھنے پر تو آپ نے ان کے ساتھ اپنا صرف خاندانی اور دینی رشتہ بیان فرمایا جبکہ زوجہ ہونے کا ذکر نہ فرمایا تاکہ وہ دست درازی نہ کرے۔[8] پھر واپس آکر آپ نے حضرت سارہ رحمۃُ اللہِ علیہا سے فرمایا: یہ ظالم اگر جان لے گا کہ تم میری زوجہ ہو تو تمہیں مجھ سے چھین لے گا، لہٰذا اگر وہ تم سے پوچھے تو بتانا کہ تم میری بہن ہو کیونکہ تم میری اسلامی بہن ہو اور اس زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔[9] چنانچہ جب بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلوایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی وقت نماز پڑھنے اور یہ دعا کرنے میں مشغول ہو گئے کہ اللہ پاک ان کی اہلِ خانہ کو ظالم کے ظُلم سے محفوظ رکھے۔[10] جب حضرت سارہ رحمۃُ اللہِ علیہا بادشاہ کے دربار میں پہنچیں اور بادشاہ غلط ارادے سے آپ کی جانب بڑھا تو آپ نے وضو کیا نماز پڑھی اور بارگاہِ الٰہی میں اس طرح عرض کی: یا اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور پاک دامن رہی ہوں تو کافر کو مجھ پر قابو نہ دے۔ دعا کا اثر فوری ظاہر ہوا اور وہ ظالم زمین پر گر کر پاؤں رگڑنے لگا اور اس کے ناک سے خرخراہٹ کی آواز نکلنے لگی۔[11] اپنا یہ انجام دیکھ کر اس نے آپ سے عرض کی: اللہ سے میرے لئے دعا کر دیں، میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔[12] لہٰذا آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: یا اللہ! اگر یہ مر گیا تو کہا جائے گا کہ میں نے اسے مار ڈالا۔[13] یہ دعا بھی قبول ہوئی اور وہ فوراً ٹھیک ہو گیا لیکن وہ پھر برے ارادے سے آپ کی جانب بڑھا مگر آپ کے دعا فرمانے سے ایک بار پھر گرفتارِ بلا ہو گیا۔ اس طرح 2 یا 3 مرتبہ ہوا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ہرکاروں کو بلا کر کہا: اللہ کی قسم! یہ تم میرے پاس (کسی انسان کو نہیں لائے بلکہ) کوئی طاقتور جن لے آئے ہو۔ اسے ابراہیم کے پاس واپس بھیج دو اور (خدمت کیلئے) اس کو "ہاجرہ" دیدو۔[14]

اولاد کی خوش خبری: حضرت سارہ رحمۃُ اللہِ علیہا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی، جبکہ حضرت ہاجرہ کے ہاں حضرت اسمٰعیل موجود تھے، لہٰذا اللہ پاک نے آپ کو حضرت اسحٰق اور ان کے بعد ان کے بیٹے حضرت یعقوب کی بھی خوشخبری دی، جس کا ذکر قرآن میں یوں ہوا ہے: فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾

ترجمہ کنزالعرفان: تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوش خبری دی۔ یہ بشارت در بشارت تھی یعنی حضرت سارہ کی عمر اتنی دراز ہو گی کہ وہ پوتے کو بھی دیکھیں گی۔[15] حضرت سارہ رحمۃُ اللہِ علیہا نے جب یہ سنا تو حیرانی سے بولیں: کیا میرے ہاں بیٹا پیدا ہو گا حالانکہ میں تو بوڑھی ہوں اور میری عمر 90 سال سے زیادہ ہو چکی ہے اور یہ میرے شوہر بھی بہت زیادہ عمر کے ہیں ان کی عمر 120 سال ہو چکی ہے اور زیادہ عمر والوں کے ہاں بیٹا پیدا ہونا بڑی عجیب بات ہے۔[16] بہرحال سورۂ ھود کی اگلی آیتِ مبارکہ میں مذکور کلام کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ فرشتوں نے گویا آپ سے عرض کی: آپ حیران نہ ہوں، کیونکہ آپ کا تعلق اس گھرانے سے ہے جو معجزات و اللہ پاک کی رحمتوں اور برکتوں کے نازل ہونے کی جگہ بنا ہوا ہے۔ منقول ہے کہ اس بشارت کے سال بھر بعد حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے۔[17]

وصال پر ملال: حضرت سارہ رحمۃُ اللہِ علیہا کا انتقال 127 سال کی عمر میں حبرون نامی بستی میں ہوا اور وہیں ایک غار میں حضرت سارہ کی تدفین فرمائی۔[18]

---

(1) قصص الانبیا لابن کثیر، ص 240 (2) تاریخ الخمیس، 1/155 (3) الروض الانف، 1/40
(4) مراٰۃ المناجیح، 7/689 (5) تاریخ طبری، 1/148 (6) مستدرک، 1/721، حدیث: 1458
(7) مرآۃ المناجیح، 7/568 (8) نزہۃ القاری 4/397 (9) مسلم، ص925، حدیث: 2371
(10) البدایہ و النہایہ، 1/170 ملخصا (11) بخاری ص570، حدیث: 2217 (12) بخاری ص857، حدیث: 3358 (13) بخاری ص 570، حدیث: 2217 (14) بخاری، ص570، حدیث: 2217 ملخصا (15) تفسیر صاوی، 2/923 (16) تفسیر جلالین مع حاشیہ صاوی الجزء الثالث، 2/147 (17) تفسیر بغوی، 2/414 (18) البدایہ والنھایہ، 1/193

دین کی آگاہی

سلسلہ بزرگ خواتین کے سبق آموز واقعات

ام سلمہ عطاریہ مدنیہ
ملیر کراچی

ایک بار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عبدُ الرحمٰن رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا تو فرمایا: بھائی! ہر ہر عضو کو اچھی طرح دھوئیے! کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ خشک ایڑیوں کیلئے جہنم کا عذاب ہے۔[1] اس روایت سے دو باتیں معلوم ہوئیں: (1) احتیاط سے وضو نہ کرنا اور وضو میں دھوئے جانے والے اعضا کا خشک رہ جانا بہت بڑی غلطی ہے، (2) ہماری بزرگ خواتین علمِ دین سیکھتیں، اس پر عمل کرتیں اور دوسروں کی اصلاح بھی فرماتیں۔

ہمیں بھی چاہئے کہ اپنی بزرگ خواتین کے نقشِ قدم پر چلیں، خود بھی دینی احکام پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی سکھائیں، اگر گھر والوں، محرم رشتہ داروں، آس پڑوس کی خواتین اور سہیلیوں وغیرہ کو شرعی احکام کی خلاف ورزی کرتی پائیں تو ان کی اصلاح کی کوشش کریں اور یہ بات یاد رکھیں کہ کسی کو برائی میں مبتلا دیکھ کر اس کی اصلاح کرنا واجب ہے جبکہ ظنِ غالب ہو وہ مان جائے گا۔[2] البتہ! کسی کی اصلاح کریں تو ان باتوں کا خیال رکھیں: ٭ اصلاح سے مقصود رضائے الٰہی اور ثواب حاصل کرنا ہو، اپنی علمیت کی دھاک بٹھانا نہ ہو۔ ٭ غلطی کرنے والی کو ذلیل و شرمندہ نہ کریں، بلکہ اچھے انداز میں اصلاح کریں کہ بے جا سختی کرنے، جھاڑنے، ڈانٹنے، رعب جمانے یا طنز کرنے سے اصلاح کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ ٭ دوسروں کی اصلاح کیلئے پہلے خود احکامِ دین سے آگاہ ہونا ضروری ہے تاکہ لاعلمی یا غلط فہمی کے سبب غلط مسئلہ بتا کر گناہ گار نہ ہوں۔ نیز علم سے آگاہی کے فضائل بھی بے شمار ہیں، جیسا کہ فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے: جو کوئی اللہ پاک کے فرائض سے متعلق ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ کلمات سیکھے اور سکھائے تو وہ جنت میں ضرور داخل ہو گا۔[3] اس کے علاوہ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ آپ اپنے دینی معاملات کی درست ادائیگی کر سکتی ہیں اور یہ ضروری بھی ہے، شاید اسی وجہ سے ہر عاقل و بالغ مسلمان پر اپنی موجودہ حالت کے مطابق اپنی ضرورت کے شرعی مسائل سیکھنا فرض ہے۔[4] چنانچہ علمِ دین سیکھنے کے لئے یہ ذرائع بھی اپنا سکتی ہیں: (1) عالمہ کورس کر لیں (2) جامعۃ المدینہ گرلز کے تحت چھ ماہ کا فیضانِ شریعت کورس کر لیں (3) دعوتِ اسلامی کے تحت فیضان آن لائن اکیڈمی میں فرض علوم پر مشتمل شارٹ کورسز کر لیجئے۔

توجہ طلب باتیں: بسا اوقات مستحب امور کے متعلق تو ہم کافی جانتی ہیں، مگر فرائض پر توجہ نہیں دیتیں جو کہ زیادہ اہم ہیں، اسی طرح ہم میں سے کئی ایک دینی معلومات کیلئے انٹرنیٹ کا سہارا لیتی ہیں اور پھر جو بھی نتائج سامنے آئیں درست یا غلط، بغیر تحقیق کئے پڑھنا سننا شروع کر دیتی ہیں، حالانکہ یہ طریقہ انتہائی غیر محتاط ہے، لہٰذا بہتر ہے کہ صرف مستند علمائے اہلسنت اور دعوتِ اسلامی کے آفیشل سوشل میڈیا پیجز سے ہی استفادہ کیا جائے اور انٹرنیٹ کے وسیع سمندر میں غوطہ زنی کی کوشش نہ کی جائے۔ اللہ کریم ہمیں دینی علم سیکھ کر اخلاص کے ساتھ اسے پھیلانے کی سعادت نصیب فرمائے۔

اٰمین بجاہِ النّبیّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

❶ مسلم، ص 120، حدیث: 566 ❷ بہار شریعت، حصہ 16، 3 / 615
❸ الترغیب والترہیب، 1 / 54، حدیث: 20 ❹ فرض علوم سیکھئے، ص 727 ملخصاً

سلیقہ مندی

بنت اسحاق مدنیہ عطاریہ
(بی ایڈ، ایم اے اسلامیات)
رکن ذمہ دار جامعات المدینہ گرلز حاصل پور

استعمال کی چیزوں اور وقت و قوت وغیرہ کو شعوری یا لاشعوری طور پر اچھے انداز میں استعمال و خرچ کرنے اور رکھنے کو سلیقہ مندی کہتے ہیں۔ ہر عمل چھوٹا ہو یا بڑا سلیقہ مندی کا تقاضا کرتا ہے دینِ اسلام نے ہمیں یہی سکھایا ہے، نیز ہر کام میں ترتیب و سلیقہ اور نظم و ضبط کا لحاظ رکھنا اللہ پاک کو بھی پسند ہے، جس کا ثبوت تقریباً تمام ارکانِ اسلام میں واضح موجود ہے اور فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی ہے: اللہ پاک یہ پسند فرماتا ہے کہ تم میں سے جو بھی کوئی کام کرے تو اسے سلیقے سے کرے۔[1] لہٰذا یاد رکھئے! سلیقہ مندی نظم و ضبط پیدا کرتی ہے اور ہماری بزرگ خواتین سلیقہ مند و سلیقہ شعار تھیں۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق منقول ہے کہ آپ دور اندیش اور سلیقہ شعار خاتون تھیں۔[2] پھر جب آپ اس جہانِ فانی سے پردہ فرما گئیں تو حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ رسالت میں حضرت سودہ سے نکاح کا مشورہ دیتے ہوئے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا بہت ہی دین دار اور سلیقہ شعار خاتون ہیں۔[3]

سلیقہ مندی کی اہمیت: سلیقہ مندی کسی بھی خاتون کے سگھڑ اور گھریلو ہونے کی پہچان ہے، کیونکہ اس کا تعلق مالی معاملات سے ہی نہیں بلکہ گھر کی تزئین و آرائش اور صفائی ستھرائی سے بھی ہے۔ اس لئے کہ کسی سلیقہ مند خاتون کے گھر میں داخل ہوں تو ہر شے کو اپنی جگہ پر دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ اس گھر میں ایک ترتیب، نظم اور خوبصورتی موجود ہے، یاد رکھئے! سلیقہ مندی کا تعلق امیری یا غریبی سے نہیں، کیونکہ جہاں ایک طرف گاؤں دیہات میں کچے مکانات انتہائی صاف ستھرے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف شہر کی مہنگی کوٹھیوں میں سلیقہ نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ **سلیقہ مندی کی تربیت:** بچے ماں سے سیکھتے ہیں لہٰذا بچیوں کو خصوصاً سلیقہ مندی کی تربیت دی جائے۔ انہیں اشیا ترتیب سے رکھنا سکھایئے، بلکہ ان کی اشیا مثلاً سکول یونیفارم، گھر کے عام اور تقریبات وغیرہ کے لئے خاص لباس و جوتے وغیرہ انہی سے مخصوص جگہوں پر رکھوایئے۔ اسی طرح موسم کے اعتبار سے استعمال ہونے والے کپڑوں اور جوتوں کو کس طرح محفوظ کیا جاتا ہے، یہ بھی بچیوں کو ضرور سکھایئے تاکہ اگلے موسم میں وہ استعمال ہو سکیں۔

کام کاج میں سلیقہ شعاری سے متعلق چند اہم باتیں: گھریلو ذمہ داریوں کی ادائیگی کیلئے وقت اور قوت کا درست استعمال کرنا سلیقہ مندی کی علامت ہے۔ کیونکہ ان وسائل کے استعمال سے کثیر مثبت نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ چنانچہ وقت اور قوت کے صحیح استعمال کیلئے ان باتوں پر عمل کریں: (1) ہر کام کا وقت متعین کریں (2) تمام گھریلو اشیا ترتیب سے رکھیں (3) کاموں کی اہمیت کے مطابق انہیں وقت اور ترجیح دیں (4) نقل و حرکت میں فاصلوں کا خیال رکھیں (5) قوت و توانائی بچانے والے آلات و سامان استعمال کریں۔

مذکورہ باتوں پر عمل کے آسان طریقے: 1 وقت کی تقسیم کاری: گھریلو کاموں کے لیے وقت کی منصوبہ بندی انتہائی اہم ہے۔ بالخصوص ملازمت پیشہ خواتین کے لیے یہ بہت ہی زیادہ فائدہ مند ہے۔ لہٰذا اگر کسی پر ملازمت اور گھر کے کام کاج کا بھی بوجھ ہو تو اس کا آسان حل یہ ہے کہ روزمرہ، ہفتہ وار اور کبھی کبھار کیے جانے والے کاموں کی فہرست بنا کر ان کاموں کے لیے اوقات متعین کر لئے جائیں۔ مثلاً **روزمرہ کام:** (1) گھر کی صفائی، جھاڑ پونچھ اور پوچا لگانا (2) کھانا پکانا (3) بچوں کی دیکھ بھال (4) بچوں کو پڑھانا (5) کپڑے استری کرنا جوتے پالش کرنا (6) بستر صحیح کرنا

(7) ورزش کرنا یا روزانہ سیر کرنا۔ **ہفتہ وار کام:** (1) جالے اتارنا، مکمل گھر مع کچن کی صفائی و دھلائی (2) کپڑوں کی مرمت اور صفائی و دھلائی۔ **آسان حل:** جس دن واشنگ مشین لگائیں اس دن زیادہ صفائی کا کام نہ کریں جس دن فری ہوں اور کچھ خاص کام نہ ہو اس دن گھر کے کسی مخصوص حصے کی صفائی کو خاص اہمیت دیدیں یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صفائی کا چارٹ بنا کر بچوں کو مختلف کمروں کی صفائی کا انچارج بنا دیں اور ان کے ساتھ خود مل کر کام کریں۔

2 کچن کے کام: سلیقہ مند ہونے کی ایک پہچان کچن بھی ہے، ضروری ہے کہ بچوں سمیت گھر کے تمام افراد کو بھی ایسی باتیں سکھائی جائیں کہ وہ کم از کم کھانے پینے میں سلیقے کا مظاہرہ کریں، چنانچہ بہتر ہے شیلف پر صرف روزانہ استعمال کے ہی برتن رکھیں اور گھر والوں کو بھی سکھایا جائے کہ استعمال کیلئے برتن کہاں سے اٹھانے ہیں اور واپس کہاں رکھنے ہیں۔ کھانے کے اوقات اور جگہ مقرر کیجئے، وقت پر سب کو مل کر کھانے کی عادت ڈالئے، دالیں اور مصالحے وغیرہ جارز میں رکھئے۔ فریج میں بھی اشیا کو ڈھکن والے ڈبوں میں رکھئے، بلکہ کھانے پینے کی کوئی چیز کھلی مت رکھئے ہمیشہ ڈھانک کر رکھئے اور مکھیاں بیٹھنے سے بچائیے۔ نیز کھانا پکاتے و پیش کرتے ہوئے ان باتوں کا خیال رکھئے: (1) خوش ذائقہ کھانے سب کو بھاتے ہیں اور اس پر پکانے والے کی تعریف سے ماحول بھی خوشگوار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہر خاتون کو کھانا پکانے میں تجربہ کار اور ماہر ہونا چاہئے۔ (2) کھانا خوش ذائقہ ہو اور اسے دلکش انداز سے پیش کیا جائے تو اس کی چاشنی دگنی ہو جاتی ہے۔ (3) دسترخوان پر موجود ہر چیز یعنی میز پوش، نیپکن و برتن وغیرہ سب بالکل صاف اور داغ دھبوں سے پاک ہوں۔ (4) کھانا یا چائے وغیرہ پیش کریں تو خیال رکھیں کہ برتن جہاں سے پکڑے جاتے ہیں ان کا رخ استعمال کرنے والے شخص کی جانب ہو۔ مثلاً ٹرے اس طرف سے پکڑیں جس طرف ڈونگے اور کھانے پینے کی اشیا ہوں مگر برتنوں کا رخ کھانے والے کی طرف ہو۔ **3 انتظامی کام:** اگر گھر میں سامان زیادہ اور جگہ کم ہو تو آزمائش کا سامنا رہتا ہے، مگر اس کا آسان حل یہ ہے کہ کسی چھٹی والے دن ہر فالتو شے کو ترتیب کے ساتھ اسٹور میں رکھ دیں۔ اگر اسٹور نہ ہو تو گھر کا وہ کمرہ جہاں افراد کی آمد و رفت کم ہو اس کے کسی کونے وغیرہ پر پردہ لگا کر اسے بطور اسٹور استعمال کیا جا سکتا ہے۔

4 کفایت شعاری: کفایت شعاری کا مظاہرہ بھی سلیقہ مندی کی ایک اہم علامت ہے، کیونکہ سلیقہ مند خواتین ہمیشہ زیادہ کمائی کے بجائے اپنے اخراجات کو آمدنی کے مطابق ایڈجسٹ کر لیتی ہیں۔ لہٰذا بہتر ہے کہ آپ بھی اپنی آمدنی و اخراجات کے حساب سے ماہانہ بجٹ بنالیں، جس کیلئے ان باتوں کو بھی پیشِ نظر رکھ سکتی ہیں: (1) آمدنی کا تعین کریں (2) ضروریات کی فہرست مرتب کر کے ہر مد کیلئے رقم مختص کریں (3) اخراجات اور آمدنی میں توازن پیدا کریں (4) غیر متوقع اخراجات کے لیے کچھ رقم بچا کر رکھیں (5) ہر مد میں کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کی حد مقرر کریں۔

کوشش کریں کہ اخراجات آمدنی سے بڑھنے نہ پائیں لیکن اگر اخراجات بڑھ جائیں تو ایسی غیر ضروری یا کم اہم مد کو کاٹ دیں۔ مثلاً اپنے اور بالخصوص بڑھتی عمر کے بچوں کے کپڑے ضرورت کے مطابق ہی بنائیں، کچھ بچت کی عادت خود بھی اپنائیں اور بچوں کو بھی سکھائیں کہ یہ عادت فضول خرچی سے بچاتی اور غیر متوقع حالات میں قرض سے محفوظ رکھتی ہے۔ نیز یہ سادگی کی بھی علامت ہے اور سادگی اسلامی طرزِ زندگی کا نہ صرف ایک سنہرا اصول ہے بلکہ کئی معاشرتی برائیوں سے بھی بچاتا ہے۔ اسی طرح گھر کے کام کاج خود انجام دینے سے بھی ملازم کی تنخواہ بچائی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ بچوں کو خود پڑھا کر ٹیوشن کی زائد فیس کے اخراجات سے بچ سکتی ہیں۔

الغرض سلیقہ مند، خوش اخلاق اور متقی عورت کسی بھی گھر کو آسائش و فضیلت اور خوش نصیبی کی جگہ بنا سکتی ہے۔ نیز سلیقہ مندی کے ذریعے زندگی کو الجھنوں سے پاک کیا جا سکتا ہے، سلیقہ مندی اور نظم و ضبط اپنانا نہ صرف اپنی ذات کے لیے مفید ہے بلکہ معاشرہ و قوم کے لیے بھی فائدہ مند ہے۔ یاد رکھئے! سلیقہ مندی کوئی ایسی شے نہیں جسے حاصل کرنا ہمارے بس میں نہ ہو، بلکہ اس کے حصول کے لئے کوشش اور توجہ درکار ہے۔ لہٰذا پختہ نیت کر لیجئے کہ سلیقہ مندی کو اپنا کر اللہ و رسول کی رضا حاصل کریں گی۔ ان شاء اللہ

---

❶ شعب الایمان، 4 / 335، حدیث: 5314 ❷ طبقات کبریٰ، 1 / 105
❸ جنتی زیور، ص 481

شرعی رہنمائی

مفتی محمد قاسم عطاری
(دارالافتاء اہل سنت عالمی مدنی مرکز فیضان مدینہ کراچی)

(01) عورت کو مہر کے مطالبے کا اختیار کب ہو گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عقدِ نکاح میں مہر بیان کر دیا جائے مگر فوراً ادا نہ کیا جائے اور نہ ہی دینے کی کوئی تاریخ مقرر کی جائے، تو عورت کو اس مہر کے مطالبے کا اختیار کب ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب بوقتِ نکاح مہر فوراً نہ دیا جائے اور نہ ہی بعد میں دینے کی کوئی تاریخ مقرر کی جائے، تو شرعاً اس کی مدت موت یا طلاق قرار پاتی ہے، لہٰذا جب تک شوہر کی وفات یا عورت کو طلاق واقع نہ ہو، تب تک عورت مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتی، کیونکہ ایسی صورت میں مہر کے مطالبے کا دار و مدار عُرف پر ہوتا ہے اور پاک و ہند میں عُرف یہی ہے کہ مہر کی مدت مقرر نہ ہو، تو طلاق یا شوہر کی وفات تک اس کو مؤخر سمجھا جاتا ہے، لہٰذا طلاق یا شوہر کی وفات ہونے کی صورت میں ہی عورت مہر کا مطالبہ کر سکتی۔ عورت کی موت کی صورت میں بھی مہر کی ادائیگی فوراً لازم ہو جاتی ہے اور اب اس کے حق دار ورثا ہوں گے، اگرچہ ورثا میں خود شوہر بھی شامل ہوتا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(02) چار ماہ سے کم حمل کے ضائع ہونے کے بعد آنے والے خون کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عورت کا چار ماہ سے کم کا حمل ضائع ہو جائے، تو اس کے بعد آنے والے خون کا کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں چار مہینے یعنی 120 دن ہونے سے پہلے ہی حمل ضائع ہو جائے، تو اگر معلوم ہو کہ حمل کا کوئی عضو جیسے انگلی یا ناخن یا بال وغیرہ بن چکا تھا، اس کے بعد حمل ضائع ہوا، تو آنے والا خون نفاس ہو گا، عورت نفاس کے احکام پر عمل کرے گی، کیونکہ اعضا چار ماہ سے پہلے بننا شروع ہو جاتے ہیں جبکہ روح چار ماہ مکمل ہونے پر پھونکی جاتی ہے اور عضو بن جانے کے بعد حمل ضائع ہو جانے کی صورت میں آنے والا خون نفاس کا ہوتا ہے۔ البتہ حمل چار مہینے یعنی 120 دن سے پہلے ضائع ہو جانے کی صورت میں اگر معلوم نہ ہو کہ اس کا کوئی عضو بنا تھا یا نہیں یا معلوم ہو کہ کوئی بھی عضو نہیں بنا تھا، تو آنے والا خون نفاس نہیں ہو گا۔ اس صورت میں خون اگر کم از کم تین دن رات یعنی 72 گھنٹے تک جاری رہا اور اس خون کے آنے سے پہلے عورت پندرہ دن پاک رہ چکی تھی، تو یہ خون حیض کا ہو گا، اس صورت میں عورت حیض کے احکام پر عمل کرے گی اور اگر تین دن رات سے پہلے ہی خون بند ہو گیا یا بند تو نہ ہوا لیکن اس خون کے آنے سے پہلے عورت پندرہ دن پاک نہیں رہی تھی، تو یہ خون استحاضہ یعنی بیماری کا ہو گا، اس صورت میں عورت استحاضہ کے احکام پر عمل کرے گی۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

دار الافتاء اہلسنت کے مفتی
محمد انس رضا عطاری کی زیرِ نگرانی مستقل سلسلہ

گھٹی دینا

جب بچہ پیدا ہو تو کسی نیک بزرگ کا چھوہارا، کھجور یا کوئی میٹھی چیز اپنے منہ میں چبا کر بچے کے تالو سے لگا دینے کو گھٹی کہتے ہیں، گھٹی کا مطلب عادت، طبیعت اور خصلت ہے، پنجابی میں اس کو گڑتی اور عربی میں تحنیک کہا جاتا ہے۔ چاہئے کہ سب سے پہلے بچے کے منہ میں مقبولِ الٰہی بزرگ کا لعاب اور شیرینی پہنچے، پہلی غذا کا بچے پر بڑا اثر پڑتا ہے۔[1] صحابۂ کرام کا معمول تھا کہ جب ان کے گھر کوئی بچہ پیدا ہوتا تو یہ اسے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں لاتے اور آپ کھجور اپنے دہنِ اقدس میں چبا کر بچے کے منہ میں ڈال دیتے۔ یوں بچے کو لعابِ دہن کی برکتیں بھی نصیب ہو جاتیں۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے پاس بچے لائے جاتے تھے تو آپ انہیں دعائے برکت دیتے اور ان کی تحنیک فرماتے تھے۔[2] یعنی کوئی کھجور وغیرہ اپنے منہ میں لیکر اسے نرم کر کے بچے کے منہ میں ڈالتے تھے۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے متعلق مروی ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کو لے کر آپ کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ان کے منہ میں اپنا لعاب ڈالنے کے علاوہ کھجور کی گھٹی بھی دی۔[3] موجودہ دور میں بچے کو گھٹی دینے کا رواج تو پایا جاتا ہے البتہ اس میں خود چبا کر بچے کے منہ میں نہیں ڈالا جاتا بلکہ کوئی میٹھی چیز ہاتھوں سے ڈال دی جاتی ہے۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں اگر کھجور میسر نہ ہو تو شہد یا کسی بھی میٹھی چیز سے گھٹی دی جا سکتی ہے۔ بعض خاندانوں میں افراد گھٹی دینے کیلئے مخصوص ہوتے ہیں یعنی پھوپھی، چچا وغیرہ ہی گھٹی دیتے ہیں، ایسا کرنا بھی جائز ہے لیکن افضل یہی ہے کہ کوئی نیک بزرگ گھٹی دیں اگرچہ وہ رشتہ دار نہ ہوں۔[4] **گھٹی سے متعلق عوام میں مشہور باتیں:** (1) بچے کی پیدائش کے تھوڑی دیر بعد ہی بچی یا بچے کو رشتے داروں میں سے مثلاً دادی، پھوپھی، خالہ یا پھر گھر کے ہی کسی ایسے فرد کے ہاتھ سے گھٹی دی جائے جو باعمل ہو، غصے کا تیز نہ ہو، ایکٹیو ہو، سمجھ دار ہو (2) گھٹی دینے کے بعد یہ گمان کیا جاتا ہے کہ بچے کی عادات و اطوار چال چلن اسی فرد پر ہوں گے۔ (3) بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ گھٹی کی جگہ تھوڑا سا تھوک یا شہد چٹا دیا جاتا ہے۔ (4) لڑکی کی پیدائش پر کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی عورت گھٹی دے اور لڑکے کو کوئی مرد جبکہ شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں بچی کو مرد اور بچہ کو عورت گھٹی دے سکتی ہے۔ (5) بعض لوگ یہ کہتے ہیں کسی بڑے جاگیر دار یا پیسے والے سے گھٹی دلوائی جائے تاکہ بچہ بھی پیسے والا بنے یہ مناسب سوچ نہیں۔ (6) بعض لوگ بے اولاد سے گھٹی نہیں دلواتے یہ شرعاً بد شگونی ہے جو کہ جائز نہیں۔ (7) بعض لوگ گھٹی کو لازم سمجھتے ہیں اگرچہ ڈاکٹر منع کرے، حالانکہ گھٹی کی شرعی حیثیت فرض و واجب کی نہیں۔ (8) جب بچہ بڑا ہو کر کوئی بات یا کام کرتا ہے تو کہتے ہیں اس کو فلاں نے گھٹی دی تھی اس لیے اس نے ایسا کیا ہے، اس طرح کی باتیں بعض اوقات گھٹی دینے والے کی دل آزاری کا سبب ہوتی ہیں۔

---

(1) رسم و رواج کی شرعی حیثیت، ص 150 (2) مسلم شریف، ص 1184، حدیث: 2147 (3) بخاری، 3/ 546، حدیث: 5469 (4) رسم و رواج کی شرعی حیثیت، ص 151 ملخصاً

صبر

بنت محمود عطاریہ مدنیہ
معلمہ فیضان آن لائن اکیڈمی۔فیصل آباد

اسلام کے عمدہ اوصاف میں سے اللہ پاک کے نزدیک ایک محبوب وصف صبر بھی ہے۔ صبر کے لغوی معنیٰ رکنے، ٹھہرنے یا باز رہنے کے ہیں، لہٰذا صبر کا مطلب یہ ہے کہ عقل و شریعت جن کاموں کے کرنے کا تقاضا کریں نفس کو ان کا پابند کیا جائے اور جن سے بچنے کا تقاضا کریں ان سے باز رکھا جائے۔[1] قرآن وحدیث میں بندگانِ خدا کے صبر کو بہت سراہا گیا ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے: اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۝ (پ 23، الزمر:10) ترجمہ کنز الایمان: صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

سبحان اللہ! جو لوگ مصیبتوں اور آزمائشوں پر حرفِ شکوہ زبان پر نہیں لاتے، لب سی لیتے ہیں انہیں اس آیتِ مبارکہ میں بے حساب اجر و ثواب کی خوش خبری دی گئی ہے بلکہ ایک حدیثِ قدسی میں ہے: جب میں اپنے کسی بندے کی طرف جسم ومال یا اولاد کی مصیبت متوجّہ کروں اور وہ صبرِ جمیل کے ساتھ اس کا استقبال کرے تو قیامت کے دن میں اس کے لئے میزان قائم کرنے یا اس کا نامہ اعمال کھولنے میں حیا فرماؤں گا۔[2] ہمارے اَسلاف نے دین کے دیگر اعلیٰ اوصاف کی طرح صبر کو بھی زندگی کے نشیب و فراز کیلئے لازم سمجھا اور اس کی حیرت انگیز مثالیں قائم کر کے خود کو قرآن وحدیث میں بیان کردہ فضائل کا حق دار بنایا جیسا کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے صبر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ اس کے متعلق بتانے لگے، اِسی دوران ایک بچھو نے ان کے پاؤں پر چڑھ کر کئی بار ڈنک مارا، مگر آپ پُرسکون رہے۔ عرض کی گئی: بچھو کو ہٹایا کیوں نہیں؟ فرمایا: مجھے اللہ کریم سے حیا آئی کہ میں صبر کا بیان تو کروں مگر صبر نہ کروں۔[3] چنانچہ ذیل کی باتوں پر عمل کے ذریعے ہم میں بھی صبر کا شوق وجذبہ پیدا ہو سکتا ہے:

* صبر کے فضائل کا مطالعہ کیا جائے، کیونکہ انسانی فطرت کسی چیز کے فوائد دیکھ کر اس کی طرف جلدی مائل ہوتی ہے۔
* صبر کے لئے دعا کیجئے کیونکہ یہ عظیم نعمت ہے اور ہر نعمت من جانبِ اللہ نصیب ہوتی ہے لہٰذا اسی سے صبر مانگا جائے۔
* انتقام پر اُبھارنے والی بے صبری کو صبر میں بدلنے کے لئے اپنے اندر عاجزی پیدا کیجئے کیونکہ کسی کی طرف سے ملنے والی تکلیف پر بے صبری اور اِنتقامی کاروائی کا جذبہ تکبر کے سبب ہوتا ہے اور تکبر کا خاتمہ عاجزی سے بھی کیا جاتا ہے۔
* جلد بازی سے گریز کیجئے کہ یہ صبر میں رکاوٹ بنتی ہے۔
* اسی طرح معاف کرنے کی عادت بنایئے کیونکہ اگر مصیبت و پریشانی کا سبب بننے والے کو معاف کر دیا جائے تو بھی صبر آہی جاتا ہے۔
* مصیبت میں نعمتوں کو تلاش کیجئے کہ یہ بزرگانِ دین کا طریقہ ہے، امیر المومنین حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ پاک نے مجھے جس مصیبت میں بھی مبتلا کیا، اس میں مجھ پر چار نعمتیں تھیں: (1) وہ آزمائش میرے دین میں نہ تھی (2) اس سے بڑھ کر مصیبت نہ آئی (3) میں اس پر راضی ہونے کی دولت سے محروم نہ ہوا (4) مجھے اس پر ثواب کی اُمید رہی۔[4] اللہ کریم ہمیں صابروں کے بدلے صبر کی دولت سے نوازے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

1. مفردات، ص 273 2. مسند شہاب قضاعی، 2 / 330، حدیث: 1462
3. رسالہ قشیریہ، ص 223 4. احیاء العلوم، 4/378

سلسلہ اخلاقیات

بنتِ شکیل احمد مدنیہ
حیدر آباد دکن ہند

بے صبری

بے صبری انسان کی ایک عام خصلت ہے، کیونکہ جب اسے کوئی برائی، تنگ دستی، بیماری یا کسی عزیز کی موت کا صدمہ پہنچتا ہے تو وہ صبر و استقامت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے کے بجائے بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے، رب پر بھروسا کر کے صبر کرنے کے بجائے واویلا مچاتا ہے، زبان سے اول فول بکنے لگتا ہے یہاں تک کہ بسا اوقات معاذَ اللہ کفریہ کلمات تک بک جاتا ہے، جس کے سبب دنیا کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت بھی تباہ کر بیٹھتا ہے۔ انسان کی اس خصلت کا تذکرہ قرآنِ کریم میں کچھ یوں مذکور ہے: اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًاۙ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًاۙ (پ29، المعارج:19، 20) ترجمہ کنز العرفان: بے شک آدمی بڑا بے صبرا حریص پیدا کیا گیا ہے جب اسے برائی پہنچے تو سخت گھبرانے والا ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر کسی شخص کو زندگی میں کبھی غربت، تنگ دستی اور ناداری کا سامنا ہو یا کسی بیماری وغیرہ میں مبتلا ہو جائے تو وہ اس پر بے صبری اور بے قراری کا مظاہرہ کرنے اور شکوہ شکایت کرنے سے بچے اور ان حالات میں اللہ پاک کی رضا پر راضی رہے، البتہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان تنگ دستی دور کرنے کے لئے محنت اور کوشش کرنا چھوڑ دے اور بیماری کا علاج کروانا ترک کر دے بلکہ اسے چاہئے کہ تنگ دستی دور کرنے کیلئے محنت اور جدوجہد بھی کرتا رہے اور اپنے مرض کا علاج بھی کرواتا رہے اور اخلاص کے ساتھ اللہ پاک کی بارگاہ میں آسانی اور شفا ملنے کی دعا بھی کرتا رہے۔[1] لہٰذا اپنی تکلیفوں کا بلاوجہ دوسروں کے سامنے رونا نہ روئیے کہ یہ بے صبری ہے اور اسلام میں صبر کے بے شمار فضائل مروی ہیں تو بے صبری و جزع فزع کی بھی خوب مذمت بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: جسے فاقہ پہنچا اور اس نے لوگوں کے سامنے بیان کیا تو اس کا فاقہ بند نہ کیا جائے گا اور اگر اس نے اللہ پاک سے عرض کی تو اللہ پاک جلد اسے بے نیاز کر دے گا خواہ جلدی موت دے کر یا آئندہ غنی کر کے۔[2] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: اپنی غریبی کی شکایت لوگوں سے کرتا پھرے اور بے صبری ظاہر کرے اور لوگوں کو اپنا حاجت روا جان کر ان سے مانگنا شروع کر دے تو اس کا انجام یہ ہو گا کہ اسے مانگنے کی عادت پڑ جائے گی جس میں برکت نہ ہو گی اور ہمیشہ فقیر ہی رہے گا۔[3] نیز اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے بے صبری کے بارے میں حدیثِ قدسی بیان کرتے ہوئے فرمایا: اللہ پاک فرماتا ہے: جو میرے فیصلے پر راضی ہو نہ میری طرف سے آنے والی آزمائش پر صبر کرے اسے چاہئے کہ میرے سوا کوئی اور رب ڈھونڈ لے۔[4]

حضرت ابن عطاء رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: انسان کی سچائی مصیبت اور شادمانی (خوشی) کے وقت ظاہر ہوتی ہے جو شخص شادمانی و خوش حالی میں تو اللہ پاک کا شکر ادا کرتا ہے، مگر مصائب میں شکوہ شکایات کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔[5]

ہمیں چاہئے کہ بے شمار نعمتیں عطا فرمانے والے رب کی طرف سے اگر کوئی آزمائش آپڑے تو حرفِ شکایت زبان پر نہ لائیں، بعض لوگ مصیبت پر واویلا مچانے اور دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد کہتے ہیں میں نے صبر کر لیا حالانکہ پیارے آقا

صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا فرمان ہے: صبر تو صدمہ کی ابتدا میں ہوتا ہے۔[6] مطلب یہ ہے کہ حقیقی صبر وہی ہوتا ہے جو صدمے کے آغاز میں کیا جائے ورنہ مصیبت کا وقت گزر جانے کے بعد سکون آ جانا صبر نہیں بلکہ غم کو بھول جانا ہے۔[7]

بے صبری کے کثیر نقصانات میں سے چند ایک یہ ہیں: (1) صبر کرنے سے حاصل ہونے والے ثواب سے محرومی (2) اچھے دوستوں سے محرومی (3) قناعت کی دولت سے محرومی (4) علم و حلم سے محرومی (5) تقویٰ و پرہیزگاری سے محرومی (6) رحمتِ الٰہی سے نااُمّیدی۔ یہی نہیں بلکہ بے صبری کی وجہ سے بسااوقات حکمِ الٰہی کی پرواتک نہیں رہتی، کیونکہ اللہ پاک کی اطاعت کے جذبہ میں پیدا ہونے والی کمی سے معاشرتی برائیوں سے بچتے ہوئے دین پر ثابت قدم رہنا مشکل ہو جاتا ہے اور کاموں کے انجام کی طرف توجّہ نہیں رہتی، لہٰذا پچھتاوے کے سوا کچھ باقی نہیں بچتا اور بندہ گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے کیونکہ بے صبری عموماً عجلت پسندی کا سبب بنتی ہے جس کی وجہ سے اکثر بے جا پریشانی و بے سکونی کا سامنا رہتا ہے مثلاً کسی کی بات سے دُکھ پہنچنے پر وہ فوراً بدلہ لے لیتا ہے یا بداخلاقی سے پیش آتا ہے یا پھر دل میں کینہ و بغض کو جگہ دیدیتا ہے۔

بے صبری سے بچنے کے لئے اس کے چند علاج پڑھئے اور خود کو بے صبری سے بچانے کی کوشش کیجئے:

1۔ ہر حال میں اللہ پر توکل و بھروسا مضبوط رکھنا چاہئے۔

2۔ اس بات پر یقینِ کامل ہو کہ جو بھی مصیبت و پریشانی پہنچ رہی ہے گناہوں کے ازالے، درجات کی بلندی، دنیا سے بے رغبتی اور خالق سے قریب کرنے کے لئے ہی ہے۔

3۔ صبر کرنے کے بے شمار فضائل پر نظر رکھیں کہ صبر کرنے والے کے ساتھ اس کا رب ہوتا ہے، وہ اس سے محبت کرتا ہے، اس پر رحمت کی نظر فرماتا ہے، اس کو اپنا خاص بنالیتا ہے، اس کے لئے جنت میں کئی طرح کی نعمتوں کو تیار کر رکھا ہے، قیامت کے دن اسے ایمان کا لباس پہنائے گا۔

4۔ جب کوئی مصیبت پیش آئے اس وقت یہ ذہن بنالیا جائے کہ شاید یہ مصیبت میری شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے: ﴿وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍؕ﴾ (پ 25، الشوریٰ: 30) ترجمۂ کنز العرفان: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہے اور بہت کچھ تو وہ معاف فرمادیتا ہے۔ لہٰذا مصیبت کو اپنے گناہوں کا نتیجہ سمجھ کر یہ سوچے کہ ممکن ہے مجھے آخرت کے بجائے دنیا ہی میں سزا دے دی گئی ہو۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اللہ پاک جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے گناہ کی سزا فوری طور پر اسے دنیا ہی میں دے دیتا ہے۔[8] بخدا! اخروی سزا کے مقابلے میں دنیا کی مصیبت انتہائی آسان ہے، دنیا کی مصیبت تو انسان برداشت کرسکتا ہے لیکن آخرت کی سزا برداشت کرنا ممکن نہیں۔

5۔ پریشان حال کو چاہئے کہ اپنی پریشانیوں کے مقابل شہیدان و اسیرانِ کربلا کی تکالیف کو یاد کرے کہ یقیناً وہ مجھ پر آنے والی مصیبتوں سے کروڑوں گنا زیادہ تھیں مگر انہوں نے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا، اسی طرح انبیائے کرام علیہمُ السّلام بالخصوص انبیا کے سردار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر جو مصیبتیں آئیں ان کو یاد کیجئے، فرمانِ مصطفےٰ ہے: اللہ پاک کی راہ میں جتنا مجھے ستایا گیا اتنا کسی اور کو نہیں ستایا گیا۔[9]

اللہ پاک ہمیں نیکیوں پر استقامت دے، گناہوں سے باز رکھے، صبر و قناعت کی نعمت سے مالامال کر کے بے صبری و شکوہ و شکایت جیسی تمام بری خصلتوں سے محفوظ فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) تفسیر صراط الجنان، 10/ 346 (2) ابوداؤد، 2/ 170، حدیث: 1645 (3) مرآۃ المناجیح، 3/ 65 (4) معجم کبیر، 22/ 320، حدیث: 807 (5) مکاشفۃ القلوب، ص 16 (6) بخاری، 1/ 433، حدیث: 1283 (7) عمدۃ القاری، 6/ 94، تحت الحدیث: 1283 ملخصاً (8) مسند امام احمد، 5/ 630 (9) حلیۃ الاولیاء، 6/ 363، حدیث: 8947

دل کا سکون

اُمِ سلمہ عطاریہ مدنیہ
ملیر، کراچی

ارے زینب! میرا فون کب سے بج رہا ہے! اٹھا کیوں نہیں رہیں؟ ثمینہ خاتون کمرے میں داخل ہوئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ موبائل کی گھنٹی زور و شور سے بج رہی ہے اور زینب ہے کہ ہینڈ فری کانوں میں ٹھونسے حسبِ عادت کوئی فلمی گیت سننے میں مگن ہے۔ بہر حال کوسنے کے علاوہ کیا کر سکتی تھیں، فوراً فون ریسیو کیا تو آواز آئی: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُم! پھپھو کیسی ہیں آپ؟ کال ریسیو کرتے ہی انہیں ایک مانوس سی آواز سنائی دی۔ وَعَلَيْكُمُ السَّلَام! کون؟ جویریہ تم! کیسی ہو بیٹا؟ گھر میں سب خیریت ہے نا؟ جویریہ کی آواز پہچان کر ان کا غصہ ایک دم ٹھنڈا ہو گیا اور انہوں نے کئی سوالات ایک ہی سانس میں کر دیئے۔

جویریہ ثمینہ خاتون کی بھتیجی تھی، جامعۃ المدینہ کی طالبہ اور زینب کی ہم عمر تھی، دینی ماحول کی برکت سے اس کے لہجے میں پیدا ہونے والی ادب کی جو مٹھاس تھی وہ ثمینہ خاتون کو بڑی ہی اچھی لگتی، یہی وجہ ہے کہ جب جویریہ نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن کہتے ہوئے اپنی اور گھر والوں کی خیریت سے آگاہ کیا تو ثمینہ خاتون شکوے شکایات کرتے ہوئے کہنے لگیں: اور سناؤ کیا کر رہی ہو آج کل؟ تم تو پھپھو کو بالکل بھول ہی گئیں!

اس پر جویریہ بڑے ناز اور جوش سے بولی: ارے پھپھو! بھولی نہیں!!! بس روزمرہ کے کاموں اور پیپرز کی تیاری کی وجہ سے مصروفیت اتنی بڑھ گئی تھی کہ رابطہ نہیں کر سکی، اب پیپرز ختم ہو گئے ہیں تو میں کل ہی آپ کے ہاں آرہی ہوں۔ یہ سننا تھا کہ ثمینہ خاتون فوراً بولیں: ارے ضرور! ضرور! مگر اس بار تمہیں ایک مہینا رکنا ہو گا، یہ کیا ادھر آتی ہو اور دو چار دن میں ہی واپسی کی راہ لیتی ہو۔ بس اس بار ایسا نہیں ہو گا۔ جویریہ بھی اپنی پھپھو کی چاہت و محبت کو بخوبی جانتی تھی، لہٰذا اس نے عرض کی: پھپھو! جی تو میرا بھی چاہتا ہے، مگر کیا کروں ایک ہفتے بعد تو پڑھائی شروع ہو جائے گی۔ بڑی مشکل سے پانچ دن ہی رک پاؤں گی۔ چلو جیسے تمہیں آسانی ہو! اور پڑھائی کا حرج تو واقعی نہیں ہونا چاہئے! کیا ابو کے ساتھ آؤ گی یا پھر اکیلے؟ اب تو ماشاءاللہ کافی سمجھ دار ہو گئی ہو اکیلے بھی آسکتی ہو۔ ثمینہ خاتون نے جب یہ کہا تو جویریہ جلدی سے بولی: پھپھو لڑکی خواہ کتنی ہی سمجھ دار ہو مگر شرعی حکم تو یہی ہے نا کہ عورت سفر شرعی (جو تقریباً 92 کلو میٹر بنتا ہے) محرم کے بغیر نہیں کر سکتی۔ اس لئے بابا کے ساتھ ہی آؤں گی، وہ شام کو واپس چلے جائیں گے اور بعد میں دوبارہ مجھے لینے آجائیں گے۔ چلو اچھی بات ہے۔ ٹھیک ہے بیٹا! پھر کل ملتے ہیں خدا حافظ۔ ثمینہ خاتون نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

فون بند کر کے انہوں نے زینب کی طرف دیکھا جو ابھی تک ہیڈ فون لگائے گانے سننے میں مصروف تھی۔ اسے یوں دیکھ کر انہیں پھر غصہ آگیا اور وہ زور سے بولیں: زینب! زینب! ارے زینب! کبھی تو ہیڈ فون کو چھوڑ دیا کرو، اتنی دیر سے فون بج رہا تھا، اس کی آواز تمہیں سنائی دی نہ اب وقت کا کچھ خیال ہے، دیکھو تمہارے ابو آنے ہی والے ہیں، پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے، چلو جلدی سے جاؤ اور چائے بنالو اور ہاں کل تمہارے ماموں بھی آرہے ہیں اور جویریہ بھی چند دن کے لئے آرہی ہے۔ چلو جلدی کرو، ابھی تو اتنے کام کرنا ہیں۔

یہ سن کر زینب بڑی ہی بد تمیزی سے بولی: اف !! کیا مصیبت ہے! امی ایک تو ہر وقت آپ کام ہی بولتی رہتی ہیں۔ کبھی تو بخش دیا کریں، کتنی بار کہا ہے کہ فون اپنے پاس رکھا کریں، کبھی کہیں رکھ دیتی ہیں اور کبھی کہیں۔ اب مجھے کیا معلوم کہ وہ ادھر ہی بج رہا تھا۔۔۔ باقی رہا ابو کی چائے کا مسئلہ ! تو آپ جائیں اور دیگر کام دیکھیں میں انہیں وقت پر چائے دیدوں گی اور ہاں کیا واقعی کل جویریہ بھی ماموں کے ساتھ آئے گی نا؟؟؟ ثمینہ خاتون بیٹی کو قینچی کی طرح زبان چلاتے دیکھ کر یہ بڑبڑاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئیں کہ ان فلموں اور گانوں نے تو اس لڑکی کو بالکل ہی نکما کر دیا ہے اور ادھر زینب نے بھی کچن کا رخ تو کیا مگر امی کو مزید چڑانے کے لئے چائے بناتے ہوئے بلند آواز میں گانے بھی سننے لگی۔

اگلے دن زینب کے ماموں اور جویریہ آئے تو گویا گھر میں رونق آگئی، زینب بھی جویریہ سے مل کے بہت خوش تھی۔ زینب سیکنڈ ایئر کی طالبہ تھی مگر وہ دینی ماحول سے دور ہونے کی وجہ سے بس فلمیں اور ڈرامے دیکھنے و گانے سننے ہی کو گویا زندگی کا مقصد سمجھتی تھی۔ جبکہ جویریہ دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے دینی ماحول سے وابستہ ہونے کی بنا پر پابندی سے نماز پڑھتی اور نعت و تلاوت کی عادی تھی۔ چنانچہ رات کو دونوں کزنز ایک ہی بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھیں، جویریہ ٹیبلٹ پر ایک دینی کتاب پڑھ رہی تھی، جبکہ زینب موبائل پر گانے سُن رہی تھی، اچانک زینب کو نجانے کیا سوجھی کہ وہ بولی: ارے جویریہ ! ایک بات تو بتاؤ! جویریہ نے لبیک کہتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو وہ بولی: یہ جو تم ہر وقت مولانی بنی رہتی ہو، بور نہیں ہوتی کیا؟ جویریہ بولی: اچھا آپ پہلے مجھے بتائیں کہ اگر کوئی ہمیشہ سبزیاں ہی کھاتا ہو، اسے سبزیاں ہی پسند ہوں اور وہ ان کے علاوہ کچھ بھی نہ کھاتا ہو تو کیا اسے گوشت کا ذائقہ معلوم ہو سکتا ہے؟ زینب بولی: نہیں۔ اس پر جویریہ نے زینب کو بڑا ہی خوبصورت جواب دیا کہ یہی حال اس انسان کا ہے جو گناہوں کا عادی ہو جائے تو اسے ان کے بغیر زندگی کا مزہ نہیں آتا، حالانکہ حقیقت وہ ہے جو اللہ کریم نے قرآنِ پاک میں بیان فرمائی ہے، وہ فرماتا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴿۲۸﴾ (پ13، الرعد:28) ترجمہ کنزالعرفان: سن لو! اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے ہیں۔ اس پر زینب بولی: لیکن میرا تو نماز میں دل ہی نہیں لگتا، اجتماع وغیرہ میں نیند آنے لگتی ہے۔ ایسا کیوں؟ تو جویریہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا: جس طرح بیماری کی حالت میں ہمیں کھانا، پینا اچھا نہیں لگتا لیکن پھر بھی ہم کھانا پینا نہیں چھوڑتے کہ یہ دو تین دن کا مسئلہ ہے، جب طبیعت ٹھیک ہو جائے گی تو ذائقہ بھی محسوس ہونے لگے گا، بالکل اسی طرح اگر گناہوں کی بیماری کی وجہ سے عارضی طور پر ہمیں نیکیوں کی لذت نہ بھی ملے، تب بھی نیکیاں کرنا نہیں چھوڑنا چاہئے۔ اللہ پاک نے چاہا تو گناہوں کی بیماری دور ہو گی اور نیکیوں میں لذت ملنے لگے گی۔ زینب کو توجہ سے سنتے پا کر جویریہ نے لوہا گرم دیکھا تو مزید چوٹ لگاتے ہوئے کہا: ان فلموں، ڈراموں میں آپ کا کتنا وقت برباد ہوتا ہے! کیا آپ نے کبھی سوچا کہ خدانخواستہ اگر فلم دیکھتے یا گانا سنتے ہوئے ہی موت آگئی تو یہ کیسی عبرت والی موت ہو گی! اور پھر گناہوں سے ملنے والی لذت وقتی ہوتی ہے جبکہ روح بے چین ہی رہتی ہے۔ زینب پر واقعی ان باتوں کا اثر ہوا اور وہ بولی: واقعی! ایسا تو ہے۔ چنانچہ جویریہ نے مزید انفرادی کوشش کرتے ہوئے کہا: ماشاءاللہ! یہ اچھی بات ہے کہ آپ کو احساس ہے۔ لہٰذا سچی توبہ کریں اور اللہ کریم کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کی نیت کریں، نیز یہ بھی وعدہ کریں کہ امی کو پھر کبھی تنگ نہیں کریں گی۔ چنانچہ زینب نے پکی نیت کا اظہار کیا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اب وہ شریعت کے مطابق زندگی گزارنے والی بن چکی ہے، بلکہ جامعۃ المدینہ کی طالبہ بھی ہے۔ ثمینہ خاتون بھی اپنی بھانجی جویریہ کی بہت شکر گزار ہیں کہ اس کی وجہ سے ان کی بیٹی کو دینی ماحول کی برکتیں نصیب ہو گئیں۔

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ فیضانِ مدینہ کے سلسلے نئے لکھاری کے تحت ہونے والے 25ویں تحریری مقابلے کے مضامین شامل ہیں۔اس ماہ موصول ہونے والے کل مضامین 93 تھے، جن کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
قرآن کریم سے 10 اسمائے مصطفےٰ	51	ماہنامہ فیضان مدینہ پر ایک تجزیہ	12	نمازِ ظہر پر 5 فرامینِ مصطفےٰ	30
ریجیکٹ مضامین	6	ریجیکٹ مضامین	0	ریجیکٹ مضامین	11

مضمون بھیجنے والیوں کے نام: کراچی: ام قبیصہ عطاریہ، بنتِ اسحاق، بنتِ جاوید، بنتِ محمد حسین مدنیہ، بنتِ عابد حسین، بنت عابد، بنتِ محمد عدنان، بنتِ منصور، بنتِ صادق عطاریہ، بنتِ رضوان عطاریہ، ام ورد عطاریہ، بنتِ شہزاد حسین، بنتِ اکرام عطاریہ، بنت ابراہیم، بنت محمد اکرم عطاریہ، ام غزالی، بنتِ محمود علی۔ سیالکوٹ: بنتِ محمد یوسف، بنتِ اعجاز عطاریہ، بنتِ محمد اقبال، بنتِ رمضان، بنتِ شیر حسین، بنتِ طارق عطاریہ، بنتِ ایمان طاہر، بنتِ فیض، بنتِ مبارک علی، بنتِ محمود رضا انصاری، بنتِ منظور حسین، بنتِ منیر حسین عطاریہ، ہمشیرہ سمیع اللہ، بنتِ شبیر، بنتِ عبدالرزاق، بنتِ محمد شفیق، بنتِ منور حسین، بنتِ عبدالعزیز عطاریہ، بنتِ منیر احمد، بنتِ ظہور احمد۔ واہ کینٹ: بنتِ شاہنواز، بنتِ آصف جاوید، بنتِ شوکت۔ گجرات: بنتِ شبیر احمد، بنتِ منور حسین۔ متفرق شہر: بنتِ اشرف عطاریہ (گوجرہ)، بنتِ حسن عطاریہ (ساہیوال)، بنتِ رفیق عطاریہ (اوکاڑہ)، بنتِ محمد اقبال (لاہور)، بنتِ امین عطاریہ (محراب پور)، بنتِ دلپذیر (کشمیر) ہند: سرنکوٹ: بنتِ خواجہ امیر دین، بنتِ فاروق احمد۔ حیدرآباد: بنتِ ساجد علی اشرفی، بنتِ محمد الیاس علی شاہ، بنتِ سید غلام نبی چشتی، بنتِ خواجہ اعظم۔ ممبئی: بنتِ افتخار عطاریہ، بنتِ سلیم شیخ۔ متفرق شہر: بنتِ اعجاز (رتلام)، بنتِ محمد شیخ ابراہیم (بازار گھاٹ)، اُمِّ زفر اشرفیہ (مہاراشٹر)، بنتِ مظہر (پونہ)، بنتِ غلام رسول (اننت ناگ)، بنتِ اکبر (کاشی پور)، بنتِ پرویز احمد خان (مرزاپور)۔ اوورسیز: بنتِ حلیم قریشی (بیلجیم)، ام حسان (سڈنی)۔

نمازِ ظہر پر 5 فرامینِ مصطفےٰ

فرسٹ: بنتِ محمد اکرم عطاریہ (گلشن معمار، کراچی)

یوں تو نمازِ پنجگانہ پڑھنے کے بے شمار فضائل و برکات ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہر نماز کے جداگانہ فضائل بھی ہیں، بے شک ہر نماز کی اپنی الگ حیثیت ہے، اسی طرح نمازِ ظہر بھی اپنے پڑھنے والوں کے لئے برکتوں اور فضیلتوں کی نوید لئے ہوئے ہے۔ ظہر کا ایک معنٰی ہے: ظَهِيْرَة (یعنی دوپہر) چونکہ یہ نماز دوپہر کے وقت پڑھی جاتی ہے، اس لئے اسے ظہر کی نماز کہا جاتا ہے۔[1] حضرت ابراہیم خلیلُ اللہ علیہ السّلام نے اللہ پاک کے حکم کی بجا آوری کے دوران اپنے فرزند کی جان محفوظ رہنے اور دُنبہ قربانی کرنے کے شکریہ میں ظہر کے وقت چار رکعتیں ادا کیں تو یہ نماز ظہر ہو گئی۔[2] ظہر کے وقت عام طور پر لوگ اپنے کام کاج، کاروبار، دفاتر وغیرہ میں مصروف ہوتے ہیں اور گھریلو خواتین گھر کے کام اور کھانا بنانے میں مصروف ہوتی ہیں، ان مصروفیات کو لے کر نماز میں سُستی کرنا درست نہیں، بلکہ اپنے شیڈول کو اس طرح ترتیب دیں کہ نماز کا حرج نہ ہو۔ نمازِ ظہر کی اہمیت پر چند فرامینِ مصطفےٰ ملاحظہ کیجئے: (1) امیرُ المومنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں، گویا اس نے تہجد کی چار رکعتیں پڑھیں۔[3] (2) حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جب ظہر سے پہلے چار سنّتیں نہ پڑھ پاتے تو انہیں بعد میں (یعنی ظہر کے فرض پڑھنے کے بعد) پڑھ لیا کرتے تھے۔[4] (3) فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے: جس نے ظہر کی نماز باجماعت پڑھی، اس کیلئے جنّتِ عدن میں پچاس درجے ہوں گے، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہو گا، جتنا ایک سدھایا ہوا (یعنی تربیت یافتہ) تیز رفتار، عمدہ نسل کا گھوڑا 50 سال میں طے کرتا ہے۔[5] (4) نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ظہر کی نماز باجماعت پڑھی، اس کے لئے اس جیسی پچیس نمازوں کا ثواب اور جنّتُ الفردوس میں ستر درجات کی بلندی ہے۔[6] ہماری اکثریت نوافل اس لئے چھوڑ دیتی ہے کہ انہیں نہ پڑھنے پر کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن یہ محرومی ہے۔ (5) نمازِ ظہر کی سنّتیں اور نوافل پڑھنے کی بھی کیا ہی زبردست فضیلت ہے کہ حدیثِ پاک میں فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار (یعنی دو سنت اور دو نفل) پر محافظت کی، اللہ پاک اس پر (جہنم کی) آگ حرام فرما دے گا۔[7] سبحٰن اللہ! ہر نماز ہمارے لئے اللہ پاک کا تحفہ اور نعمت ہے جس میں ہمارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے، اللہ پاک ہمیں پانچ وقت کی نمازی بنائے اور وقت پر نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین

ماہنامہ فیضانِ مدینہ پر ایک تجزیہ

فرسٹ: بنتِ افتخار (بمبئی کالونی، ہند)

عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی نے دین کی خدمت اور تبلیغ و اشاعت میں جس بھی شعبے میں قدم رکھا، اللہ پاک کی رحمت شاملِ حال رہی۔ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نظرِ کرم نے دعوتِ اسلامی کو وہ کامیابی عطا فرمائی جس کا نظارہ عالَم پر آشکار ہے۔ دعوتِ اسلامی کی طرف سے امّت کے لئے بہترین تحفہ اور علم دین کا خزانہ "ماہنامہ فیضانِ مدینہ" ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے: ہر چیز کا ایک راستہ ہوتا ہے اور جنت کا راستہ علم ہے۔ علم حاصل کرنے کا بہت ہی بہترین ذریعہ کتابوں کا مطالعہ کرنا ہے۔ انسان کا بہترین دوست کتاب ہوتی ہے بشرطیکہ وہ کس قسم کی کتاب سے دوستی کرتا ہے۔ آج کے اس پُرفتن دور میں جہاں الیکٹرونک میڈیا نے تباہی مچائی ہے، وہیں ایک تلخ حقیقت یہ بھی ہے کہ پرنٹ میڈیا کے ذریعے بھی فحاشی و بے حیائی پھیلائی جارہی ہے۔ کئی ایسے ناولز پڑھنے والے لوگ ہیں جو باقاعدگی کے ساتھ ہر ماہ ایسے ناولز اور ڈائجسٹ وغیرہ کی بکنگ کرواتے اور انہیں پڑھتے ہیں کہ جن میں رومانی مضامین، فحش و بے حیائی، جھوٹ اور کردار کو بگاڑنے والی تحریریں ہوتی ہیں۔ الامان والحفیظ۔ لہٰذا معاشرے کو ضرورت تھی اس بات کی کہ جو طبقہ علم دوست تو ہے مگر علمِ دین کی دولت سے کچھ دور ہے ان کو ایسا لٹریچر دیا جائے جو ان کو سیدھا راستہ دکھائے۔ ماہنامہ فیضانِ مدینہ میں کیا کیا ہوتا ہے؟ اس میں مفتیانِ کرام کے قرآن و حدیث پر مشتمل کالمز ہوتے ہیں۔ آپ کے ضروری مسائل کے حل کیلئے "دارُالافتاء اہلِ سنّت" کے فتاویٰ جات بھی ہوتے ہیں۔ بچّوں کے لئے دلچسپ کہانیاں اور تاجروں کے لئے راہ نمائی حاصل کرنے کا معلوماتی کالم "احکامِ تجارت" جبکہ خواتین کیلئے خصوصی طور پر ان کے مسائل کا حل بھی موجود ہوتا ہے۔ یہ ماہنامہ رنگین شمارہ اور سادہ شمارہ میں دستیاب ہے۔ آپ گھر بیٹھے سال بھر کی بکنگ کرواسکتے ہیں۔ یہ ماہنامہ خوبصورت کلرنگ کی وجہ سے آنکھوں کو بھاتا ہے اور اس کے مضامین پڑھنے والا متاثّر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اس کی ایک اور بہترین چیز یہ ہے کہ اس میں مختلف عنوانات پر اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں کو لکھنے کا موقع بھی دیا جاتا ہے، پھر جس کی تحریر بہترین ہو، اسے سلیکٹ کر کے اس ماہنامہ کی زینت بنایا جاتا ہے۔ اسلامی بہنوں کی یہ

تحریرات بھی مدینہ مدینہ ہوتی ہیں۔ ہماری بہنوں میں چھپی ہوئی صلاحیت و قابلیت اس پیارے پیارے ماہنامہ کے ذریعے ظاہر ہو رہی ہے۔ کہتے ہیں: "عورت ناقصہ ہوتی ہے" مگر سچ کہئے تو نگاہِ مرشد کے فیض سے ہم ناقصاؤں کی تحریر کے ذریعے کتنے لوگ کامل راستے پر چلیں گے، اس کا ہم اندازہ نہیں کرسکتے! لہٰذا ہم سب کو اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر اپنی صلاحیتوں کا صحیح استعمال کرکے لکھنا چاہئے۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ پاک تمہارے ذریعے کسی ایک شخص کو ہدایت عطا فرمائے تو یہ تمہارے لئے اس سے اچھا ہے کہ تمہارے پاس سُرخ اونٹ ہوں۔[8] وہ لوگ قابلِ رشک ہیں جنہوں نے ماہنامہ فیضانِ مدینہ جاری کروایا کیونکہ وہ اس کے ذریعے اپنے لئے صدقۂ جاریہ کا کثیر ثواب اکٹھا کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ اِن شاءَ اللہ۔ اس ثواب کے ہم بھی حق دار بن سکتے ہیں وہ اس طرح کہ ہم اس کی دعوت کو عام کریں اور دیگر لوگوں کو اس کے پڑھنے کی ترغیب دلائیں خصوصاً شخصیات (ٹیچرز، ڈاکٹرز اور دیگر دنیاوی شعبہ جات سے منسلک افراد) تک اس کی دعوت کو پہنچائیں کیونکہ یہ شخصیات کثیر لوگوں سے وابستہ ہوتی ہیں جب ان تک اچھا لٹریچر پہنچے گا تو یہ اپنے سے وابستہ افراد کو بھی اس کے مطالعے کی ترغیب دلائیں گے، یوں نیکی کی دعوت کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا، علمِ دین پھیلتا جائے گا جس کے نتیجے میں باکردار معاشرہ وجود میں آئے گا۔ ان شاء اللہ۔ لہٰذا عزم کرلیجئے کہ اس "ماہنامہ فیضانِ مدینہ" کو گھر گھر پہنچانا ہے۔ امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں:

مہ نامہ فیضانِ مدینہ دھوم مچائے گھر گھر
یارب! جا کر عشقِ نبی کے جام پلائے گھر گھر

اٰمین بجاہِ النّبیِّ الامین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

قرآنِ کریم سے دس اسمائے مصطفےٰ

فرسٹ: ہمشیرہ سمیع اللہ (سیالکوٹ)

اللہ پاک کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا ذاتی اسمِ گرامی "محمد" صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے اور محمد کا معنٰی ہے: "جس کی بار بار حمد کی گئی ہے"، خود اللہ پاک نے آپ کی ایسی حمد کی ہے جو کسی اور نے نہیں کی۔ اللہ پاک نے قرآنِ کریم میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو متعدد مقامات پر صفاتی ناموں سے مخاطب فرمایا ہے، جسے کسی سے محبت ہو، وہ اپنے محبوب کو اس کے اوصاف سے مخاطب کرتا ہے۔ بعض روایات میں ہے: جس طرح اللہ پاک کے صفاتی اسماء تقریباً ایک ہزار ہیں، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بھی تقریباً ایک ہزار صفاتی اسماء ہیں، اب یہاں قرآنِ مجید سے نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دس اسما پیش کئے جاتے ہیں: (1) محمد: قرآنِ پاک میں ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ (پ22، الاحزاب: 40) ترجمہ کنز الایمان: محمد تمہارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ (2) احمد: عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانے کے لوگوں کو یہ بشارت دی کے میرے بعد ایک رسول آئیں گے جن کا نام "احمد" ہے۔ (پ28، الصف: 6) (3) مُزَّمِّل: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم چادر شریف میں لیٹے ہوئے آرام فرمارہے تھے تو اس حالت میں آپ کو ندا دی گئی۔[9] (4) مُدَّثِّر: اس کا معنٰی ہے: چادر اوڑھنے والا۔ قرآنِ پاک میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اس وصف سے مخاطب کیا گیا۔[10] (5) طٰہٰ: یہ حُروفِ مقطعات میں سے ہے اور مفسرین نے اس حرف کے مختلف معنی بھی بیان کئے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ طٰہٰ تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک اسم ہے۔[11] (6،7) رؤف، رحیم: اللہ پاک نے قرآنِ کریم کے پارہ 11، سورۂ توبہ کی آیت نمبر 128 میں نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو اپنے ان دو ناموں سے مشرف فرمایا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم دنیا میں بھی رؤف و رحیم ہیں اور آخرت میں بھی۔[12] (8) یٰسٓ: اس کے بارے میں مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ یہ سیّدُ المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک اسم ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو "یٰسین" اور "طٰہٰ" نام رکھنے کا شرعی حکم بیان فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ نام رکھنا منع ہے، کیونکہ یہ نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ایسے نام ہیں، جن کے معنٰی معلوم نہیں، ہوسکتا ہے ان کا کوئی ایسا معنٰی ہو، جو حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے لئے خاص ہو۔ نوٹ: جن حضرات کا نام "یٰسین" ہے وہ خود کو "غلام یٰسین" لکھیں اور بتائیں اور دوسروں کو چاہئے کہ انہیں "غلام یٰسین" کہہ کر بلائیں۔[13] (9) شاہد: قرآنِ کریم کے پارہ 22، سورۃُ الاحزاب کی آیت نمبر 45 میں نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو "شاہد" بھی فرمایا گیا ہے۔ شاہد کا ایک معنٰی ہے: حاضر و ناظر یعنی مشاہدہ فرمانے والا اور ایک معنٰی ہے: گواہ۔[14] (10) مبشر: اس نامِ مبارک میں سیّدُ المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا وصف بیان کیا جا رہا ہے کہ آپ ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری دینے والے ہیں۔[15] آخر میں اللہ پاک سے دعا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اوصافِ جمیلہ سے ہمیں بھی مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

---

(1) فیضان نماز، ص 114 (2) شرح معانی الآثار، 1/ 226، حدیث: 1014 (3) معجم اوسط، 4/ 386، حدیث: 6332 (4) ترمذی، 1/ 435، حدیث: 426 (5) شعب الایمان، 7/ 138، حدیث: 9761 (6) شعب الایمان، 7/ 138، حدیث: 9761 (7) ترمذی، 1/ 436، حدیث: 428 (8) مسلم، ص 1311، حدیث: 2406 (9) تفسیر صراط الجنان، 10/ 410 ماخوذاً (10) تفسیر صراط الجنان 10/ 427 ملخصاً (11) تفسیر صراط الجنان، 6/ 173 (12) تفسیر صراط الجنان، 4/ 274 ماخوذاً (13) تفسیر صراط الجنان 8/ 220 ماخوذاً (14) تفسیر صراط الجنان، 8/ 56 ماخوذاً (15) تفسیر صراط الجنان، 8/ 59 ماخوذاً

مرحومہ ام مسعود رضا

سلسلہ مرحوماتِ دعوتِ اسلامی

سندھ پاکستان کی ایک اسلامی بہن مرحومہ ام مسعود رضا مسمّی شاہدہ پروین مدنیہ عطاریہ 3 جون 1985 میں والکرٹ ممتاز کالونی میرپور خاص میں پیدا ہوئیں۔

بنیادی تعلیم مرحومہ نے F.A تک تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ مختلف کمپیوٹر کورسز بھی کر رکھے تھے جبکہ دینی تعلیم درسِ نظامی تھی یعنی آپ دین کی باعمل عالمہ بھی تھیں۔

دعوتِ اسلامی سے وابستگی مرحومہ کے والد بابُ الدین عطاری میرپور کے ایک ذمہ دار کی انفرادی کوشش سے دینی ماحول سے وابستہ ہوئے تو اس کے بعد مرحومہ بھی اپنے والد کی انفرادی کوشش کے نتیجے میں اپنی عمر کے اکیسویں سال سن 2005 میں دعوتِ اسلامی سے وابستہ ہوگئیں اور پھر آخری سانس تک تقریباً 17 سال استقامت نصیب رہی۔

دینی کاموں کا جذبہ و تنظیمی ذمہ داریاں دعوتِ اسلامی کے ذیلی حلقے کے 8 دینی کاموں میں مرحومہ کی دلچسپی آخری سانس تک برقرار رہی، آخری سال بھی وہ 6 سے 7 دینی کاموں کی عاملہ تھیں، مرحومہ کو انفرادی کوشش کی بھرپور صلاحیت حاصل تھی، اکثر اوقات اسلامی بہنوں سے بالمشافہ مل نہ پاتیں تو فون پر ہی ان کی تربیت فرمادیا کرتیں۔ مختلف اوقات میں علاقائی، ڈویژن، کابینہ اور صوبائی سطح کی ذمہ داریاں حاصل رہیں جنہیں انہوں نے بخوبی نبھایا۔ بلاشبہ یہ سینکڑوں ان اسلامی بہنوں کی اصلاح کا سبب بنیں جو اب بھی دینی ماحول سے وابستہ ہیں۔ بلکہ انہوں نے بہت سی اسلامی بہنوں کو ترغیب دلا کر انہیں درسِ نظامی بھی مکمل کروایا۔

دینی کاموں سے محبت کی ایک مثال مرحومہ کو کسی بھی صورت میں دینی کاموں میں رکاوٹ گوارانہ تھی لہٰذا انہوں نے شادی سے پہلے ہی اپنے والد صاحب سے کہہ دیا تھا کہ میرا نکاح دعوتِ اسلامی سے وابستہ کسی ایسے فرد سے کروایئے گا جو دعوتِ اسلامی کے دینی کاموں کے لئے وقفِ مدینہ ہو، تاکہ دینی کاموں کا تسلسل برقرار رہے۔ چنانچہ ان کی خواہش کے عین مطابق خوش قسمتی سے ان کی شادی دعوتِ اسلامی کے ایک ذمہ دار اسلامی بھائی سے ہوگئی جنہوں نے دینی کاموں میں ہمیشہ اپنی زوجہ مرحومہ کے ساتھ تعاون کیا۔

خاوند کے ساتھ برتاؤ مرحومہ ایک باعمل عالمہ تھیں جنہیں دینی کاموں کی اہمیت کے علاوہ خاوند کے حقوق کا بھی پورا احساس تھا جس کا انہوں نے ہمیشہ پاس ولحاظ بھی رکھا۔ چنانچہ ان کے خاوند کا بیان ہے کہ وہ ہر طرح سے میری سہولیات کا خیال رکھنے والی تھیں، جب بھی میں کہیں شیڈول پر جاتا تو واپسی پر میرے لئے خصوصی انتظامات کرتیں، تعظیم و ادب بجا لاتیں اور میرے لئے مختلف کھانوں کا اہتمام کرتیں، مختلف کاموں میں وقتاً فوقتاً مجھ سے مشورہ کرکے مجھے اعتماد میں لیتیں، وہ خود بھی سمجھ دار و بردبار اور اچھا فیصلہ کرنے والی تھیں، لہٰذا میں بھی دینی و دنیوی معاملات میں ان سے مشورہ لے لیتا جس کی مجھے

بھی برکتیں ملا کرتیں، مرحومہ اپنے سسرال یعنی میرے گھر والوں سے بڑی محبت کیا کرتیں اور میرے گھر والے بھی خاص طور پر ان کی عزت کرتے بلکہ ان کے شرعی پردے کے اہتمام، علم و عمل اور تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے میں بھی اتنا متاثر تھا کہ اکثر ان کی چپل وغیرہ جھاڑ کر قبلہ رو رکھ دیتا، اللہ پاک ان کی بے حساب مغفرت فرمائے۔

گھر والوں کے ساتھ برتاؤ مرحومہ کا اپنے گھر والوں کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ اور قابلِ احترام تعلق تھا، چنانچہ ان کے بارے میں اہلِ خانہ کے تاثرات یہ ہیں کہ وہ بہت باحیا، باپردہ، نیک بیٹی و بہن تھیں، اپنی اولاد سے بے حد محبت اور ان کے حقوق کی رعایت فرماتیں، ان کے دو بچے تھے سکینہ عطاریہ اور مسعود رضا، دونوں کا نام امیر اہلِ سنت دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ نے عطا فرمایا، گھر والے ان سے محبت کرتے اور ان سے فائنل مشورہ کرکے عمل کرتے تھے، والدین کی دعاؤں سے حصہ لیتیں، گھر میں بڑے چھوٹے ہر ایک سے شفقت و محبت سے پیش آتیں۔

اسلامی بہنوں کے ساتھ تعلقات علاقے کی اسلامی بہنوں کے ساتھ مرحومہ کے تعلقات اتنے اچھے تھے کہ میرپورخاص اور کراچی کی مختلف اسلامی بہنوں سے جب ان کے بارے میں تاثرات معلوم کئے گئے تو قابلِ رشک باتیں پتا چلیں ہر اسلامی بہن کو یوں لگتا جیسے باجی مجھ پر زیادہ توجہ دیتی ہیں اور میری زیادہ خیر خواہی کرتی ہیں۔ میرپورخاص میں ان کی ہمشیرہ نے بتایا کہ جب وہ دینی ماحول سے وابستہ ہوئیں تو ایک ضرورت مند اسلامی بہن کی خبر گیری کا سلسلہ جاری رکھا ان کیلئے مناسب مقدار میں روزانہ کے استعمال کا دودھ بندھوا دیا جس کے بارے میں گھر والوں کو بھی پتا نہ تھا، اگر کوئی اسلامی بہن کسی پریشانی میں مبتلا ہوتی تو مرحومہ اس اسلامی بہن کی دلجوئی اور ہمدردی میں صلوۃُ الحاجات پڑھ کر خصوصی دعا کرتیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! ان کی دعاؤں کی برکت سے اسلامی بہنوں کی مشکلیں دور اور حاجتیں پوری ہو جایا کرتیں۔ غرض کہ مرحومہ بنتِ بابُ الدین دلجوئی و غمگساری اور دلوں میں گھر کرنے والی بہترین اخلاق کی مالک تھیں، خوفِ خدا و عشقِ رسول سے سرشار، باپردہ باحیا پابندِ شریعت، مخلص عالمہ، باعمل، رقیقُ القلب، فنا فی الشیخ و فنا فی الرسول کے مرتبہ پر حسنِ ظن کے مطابق فائز تھیں۔

جامعۃُ المدینہ کی طالبات کے تاثرات مختصر سے وقت میں خوشگوار یادوں سے ہمیں ہمیشہ کے لیے معطر کرگئیں، اللہ پاک انہیں غریقِ رحمت فرمائے۔

تنظیم سے اخلاص و وفاداری اندرونِ سندھ میرپورخاص کے چھوٹے بڑے علاقوں میں تنظیمی شیڈول پر جانا ہوتا تو مکمل شرعی پردے کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے والد یا پھر بھائی کے ساتھ جایا کرتیں، شیڈول کی وجہ سے مختلف مقامات کا سفر صرف اس وجہ سے بھی لوکل گاڑیوں پر کرلیا کرتیں کہ مدنی مرکز پر اخراجات کا زیادہ بوجھ نہ آئے، چنانچہ بعض اوقات والدین سے پیسے لے کر یا پھر اپنے پلے سے ہی سفری اخراجات پورے کرلیتیں اور مدنی مرکز سے کچھ نہ لیتیں۔

مدنی مرکز کی اطاعت کی برکت مدنی مرکز کے حکم پر گولارچی کو خیرباد کہہ کر کراچی آئیں تو آپ کو اس کی سب سے نمایاں برکت یہ حاصل ہوئی کہ اس وقت شادی کو پانچ سال گزر جانے کے باوجود اولاد کی نعمت حاصل نہ تھی مگر اس نقل مکانی کی برکت سے اللہ پاک نے بیٹی کی رحمت سے نوازا اور پھر یہ خوشی اس طرح دوچند ہوگئی کہ ہمارے پیر و مرشد امیر اہلِ سنت دامت بَرَکَاتُہمُ العالیہ نے کمالِ شفقت فرماتے ہوئے بچی کا نام سکینہ رکھا اور اسے اپنی دعاؤں سے بھی نوازا۔

مرحومہ کی دینی خدمات کا جائزہ شادی کے بعد اپنے خاوند کے ساتھ مدنی مرکز کے حکم پر گولارچی شفٹ ہوئیں اور وہاں جامعۃُ المدینہ گرلز گولارچی کا آغاز کیا۔ مرحومہ کی مخلصانہ کوششوں اور بھرپور تربیت کے نتیجے میں مختصر سی مدت میں اس جامعہ کی طالبات کی صرف نصابی و تعلیمی سرگرمیاں ہی عروج پر نہ پہنچیں بلکہ طالبات نے اپنی معلمہ کی زیر نگرانی

تنظیمی سرگرمیوں اور دینی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کر دیا اور ہر طرف دینی کاموں کی دھوم مچا دی۔ پھر مدنی مرکز کے حکم پر شہرِ مرشد کراچی میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ جامعۃُ المدینہ گرلز کے تحت تقریباً 4 سے 5 سال جامعۃُ المدینہ بہارِ بغداد میں معلمہ و نائب ناظمہ کے طور پر مکمل احساسِ ذمہ داری کے ساتھ بحسن وخوبی اپنے فرائض سرانجام دیتی رہیں۔ پھر 2 ستمبر 2021 کو یومِ دعوتِ اسلامی کے موقع پر ناظمہ کے طور پر ان کا تبادلہ نئے جامعۃُ المدینہ کریمیہ قادریہ میں ہوا جہاں انہیں آٹھ دینی کاموں کی علاقہ سطح کی ذمہ داری بھی اپنے انتقال سے پہلے تک حاصل رہی، مرحومہ نے انفرادی کوشش اور دینی کاموں کی دھوم مچاتے ہوئے صرف دو سے ڈھائی ماہ کے مختصر عرصے میں 50 سے 60 اسلامی بہنوں کو اس نئے جامعۃُ المدینہ سے وابستہ کر دیا۔

قابلِ افسوس مگر رشک آمیز موت بالآخر ڈینگی وائرس میں مبتلا ہوئیں اور عمر کے 37 ویں سال 17 ربیع الآخر 1443ھ بمطابق 23 نومبر 2021 بروز منگل عصر کے وقت انتقال کر گئیں، ان کی والدہ نے بتایا کہ دمِ آخر مرحومہ کی زبان پر یا غوث المدد یا پیر المدد کے کلمات تھے پھر کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے بالآخر اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملیں، (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْن)۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
لِلّٰہِ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

بعدِ وصال ہونٹوں کی جنبش غسل وکفن کے بعد بہت سی اسلامی بہنوں نے نعت خوانی و سورۂ مُلک کی تلاوت کے دوران ان کے ہونٹوں کو جنبش کرتے ہوئے دیکھا، اللہ پاک ان کی بے حساب مغفرت فرمائے، جنت میں خاتونِ جنت حضرت فاطمۃُ الزہراء رضی اللہ عنہا کا پڑوس نصیب فرمائے اور اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے۔ اٰمین بجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا
قدرِ عبدُ القادرِ قدرت نماں کے واسطے

سلسلہ مدنی کلینک (An overview of epileptic seizures)

مِرگی کے دوروں کا ایک جائزہ

ڈاکٹر اُمِّ سارب عطّاریہ
(سندھ گورنمنٹ ہاسپٹل، کراچی)
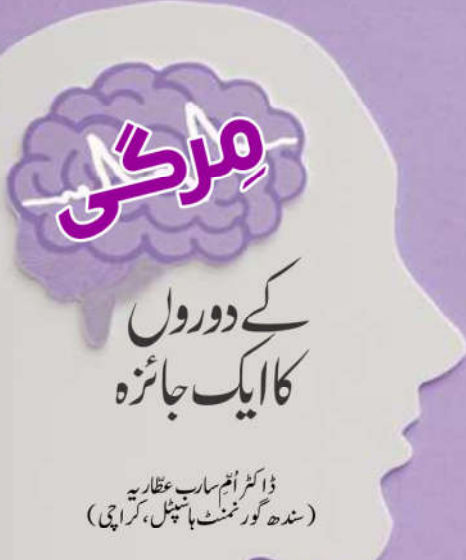
مرگی (Epilepsy) کیا ہے؟ بغیر کسی خاص بیماری کے دوبار دورہ پڑ جائے تو اس کو مرگی کہتے ہیں۔ بغیر کسی وجہ کا مطلب ہے بغیر کسی بیماری کے، بغیر کسی بخار یا بغیر سر کی چوٹ لگے دورہ پڑ جائے۔ مرگی کا دورہ دماغ میں برقی خلل کی وجہ سے شروع ہوتا ہے جو سارے جسم پر اثر انداز ہوتا ہے اور یہ اس بات پر منحصر ہے کہ بیماری دماغ کے کس حصے میں واقع ہے۔ دورے مختلف طرح کے ہوتے ہیں، مثلاً (1) غیر حاضر دورہ (Absence Seizures): یہ بچّے محسوس کرتے ہیں جیسے وہ خلا میں تیر رہے ہوں یا دن میں خواب دیکھ رہے ہوں (2) سادہ جزوی دورہ (Simple Partial Seizures): بچہ ایسی آوازیں سنے گا جس کا کوئی وجود نہیں یا پھر جسم کے کسی بھی ایک حصے (مثلاً بازو وغیرہ) میں جھٹکا محسوس کرے گا (3) شدید تشنجی دورہ (Generalised Tonic Clonic seizure): اس دورے سے بچہ زمین پر گر کر بل کھانے لگتا ہے ایک شدید دورے

کے بعد بچہ اپنا ہوش کھو سکتا ہے۔

وجوہات (Causes): مرگی کسی چوٹ، زخم ٹیومر، نشہ، دماغ میں خون کی رگوں کے آپس میں الجھنے یا دماغی کمزوری کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔ اگرچہ مرگی کی ظاہری وجہ اکثر نظر نہیں آتی، اور یہ بیماری عموماً بچّوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔

تشخیص (Diagnosis): ایک بار کے دورے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے بچّے کو مرگی ہے۔ جن بچّوں کو دورہ پڑتا ہے ان میں سے نصف تعداد کو دوبارہ کبھی نہیں پڑتا اور دوسرا دورے پڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اب آئندہ بھی دورے پڑنے کا امکان زیادہ ہے لہٰذا فوری طور پر اس بیماری کی تشخیص کے لئے ٹیسٹ کروایا جائے۔ عام طور پر اس کے لئے EES (ایک دماغی ٹیسٹ جس کے ذریعے دماغ کا برقی خلل جانچا جاتا ہے) اور دماغ کے دوسرے ٹیسٹ مثلاً CT Scan اور MRI scan ہیں جن کے ذریعے دماغ میں موجود ٹیومر یا انفیکشن وغیرہ کی جانچ ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ خون کے ٹیسٹ بیماری کی نوعیت سے ہو سکتے ہیں لیکن زیادہ تر تشخیص جسمانی علامات PhysicalSigns سے ہوتی ہے کہ مریض بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑتا ہے منہ سے جھاگ نکلتا ہے اور زبان دانتوں تلے آکے کٹ جاتی ہے۔ مرگی مختلف کیفیات کی علامت ہے۔ دماغی مرض یا اعصابی خرابی کی تقریباً سبھی صورتیں مرگی کا حصہ بن سکتی ہیں، اس مرض میں مبتلا بعض مریضوں کو ایسی خوشبو آتی ہے جو حقیقت میں موجود نہیں ہوتی لیکن وہ محسوس کرتے ہیں، اسی طرح بعض لوگوں کو کچھ غیر موجود چیزیں نظر آتی ہیں بعض لوگوں کو چند لمحوں کے لئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کے پاؤں پر چیونٹیاں چل رہی ہیں جو سر تک پہنچ جاتی ہیں۔ یہ سب علامات ایک مریض میں ایک ہی قسم کی ہوتی ہیں جو دماغ کے مخصوص حصے سے شروع ہوتی ہیں، اس طرح کی علامات والے مریض کی تشخیص مشکل ہوتی ہے۔

علاج: مرگی کی کچھ اقسام کا دواؤں کے ذریعے علاج ممکن ہے، کچھ میں خاص خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اور چند ایک میں سرجری کی جاتی ہے۔ دورے کی حالت میں سر اونچا رکھیں اور دانتوں کے درمیان کوئی نرم چیز جیسے روئی کا ایک بال بنا کر رکھ دیں تاکہ زبان دانتوں میں آکر زخمی نہ ہو، مریض کو الٹی کروٹ لٹا دیں اور تھوڑی دیر تک دورہ ختم ہو جانے کی صورت میں مریض کو سیدھا کرکے آرام سے لٹا دیں۔ زیادہ تر مریض دوائی کی پہلی خوراک سے ہی بہتر ہو جاتے ہیں۔ بہرحال اگر پہلی صورت میں علاج کارگر ثابت نہ ہو تو ڈاکٹر دوا کو بدل سکتا ہے اور کوئی دوسری دوا شامل کر سکتا ہے اور بہت کم تعداد میں کچھ بچوں کو سرجری کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے۔ بعض بچوں کے دورے عمر بڑھنے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں جبکہ بعض کو ساری عمر دوا کھانی پڑتی ہے، دورے پر قابو پانا علاج کی طرف پہلا قدم ہے۔

محترم قارئین! مرگی قابلِ علاج مرض ہے، اگر بروقت علاج کیا جائے تو اس کا مریض بھی ایک نارمل زندگی گزار سکتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسی کئی معروف شخصیات ہیں جنہیں یہ مرض لاحق ہوا تھا مگر پھر بھی انہوں نے تاریخ میں اپنا نام بنایا اس لئے مریض اپنا مکمل علاج کرائیں اور اپنی سرگرمیاں معمول کے مطابق جاری رکھیں سوائے ڈرائیونگ، آگ اور پانی کے بہت قریب جانے کے۔ ایک اندازہ ہے کہ دنیا بھر میں اس مرض میں مبتلا افراد کی تعداد 50 لاکھ کے قریب ہے نیز ترقی پذیر ممالک میں اس مرض کی شرح زیادہ ہے شاید اس کی وجہ سر کی چوٹ، پیدائشی پیچیدگیاں اور انفیکشن ہے۔

مرگی کے 3 روحانی علاج: (1) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ 66 بار روزانہ پڑھ کر مرگی کے مریض پر دم کیجئے اِن شآءَ اللہ فائدہ ہو گا۔ (مدتِ علاج: تا حصولِ شفا) (2) یَا اَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ 40 بار ایک سانس میں پڑھ کر جسے مرگی کا دورہ پڑا ہو اُس کے کان میں دم کیجئے، اِن شآءَ اللہ فوراً ہوش میں آجائے گا۔ (3) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے ساتھ سُورۃُ الشَّمس پڑھ کر مرگی والے کے کان میں پھونک مارنا بہت مفید ہے۔ (بیمار عابد، ص36) اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سب کو مرگی سمیت تمام امراض سے محفوظ فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

پنجاب میں 15 دن پر مشتمل تلاوت قراٰن پاک مع ترجمہ کورس

اسکولز و کالجز کی 350 سے زائد ٹیچرز اور ٹریننرز خواتین نے شرکت کی

دعوتِ اسلامی کے شعبہ فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز کے تحت فروری 2022ء میں صوبہ پنجاب میں اسکولز و کالجز کی ٹیچرز اور لیڈی ٹرینرز کے درمیان 15 دن پر مشتمل تلاوت قراٰن پاک مع ترجمہ کورس ہوا جس میں 350 سے زائد ٹیچرز اور ٹرینرز اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ اس کورس میں قراٰنِ پاک کو درست انداز میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ دیگر قواعد و قراٰنی معلومات فراہم کی گئیں۔

سولجر بازار کراچی میں سنتوں بھرے اجتماع کا انعقاد

نگران عالمی مجلس مشاورت ذمہ دار اسلامی بہن نے سنتوں بھرا بیان کیا

پچھلے دنوں دعوتِ اسلامی کے تحت کراچی کے علاقے سولجر بازار میں سنتوں بھرے اجتماع کا انعقاد ہوا جس میں مقامی اسلامی بہنوں نے شرکت کی۔ نگران عالمی مجلس مشاورت ذمہ دار اسلامی بہن نے سنتوں بھرا بیان کیا اور صاحبزادیِ عطار سلمہا الغفار نے اسلامی بہنوں کو دینی کام کرنے کا ذہن دیا اور اختتام پر دعا کروائی۔

اسلام آباد زون 1-G12 میں سیکھنے سکھانے کے حلقے کا انعقاد

لیڈی ڈاکٹرز، خواتین پروفیسرز و طالبات کی شرکت

دعوتِ اسلامی کی جانب سے 14 فروری 2022ء کو اسلام آباد زون 1-G12 میں سیکھنے سکھانے کے حلقے کا انعقاد ہوا جس میں لیڈی ڈاکٹرز، خواتین پروفیسرز و طالبات نے شرکت کی۔ نگرانِ عالمی مجلس مشاورت ذمہ دار اسلامی بہن نے سنتوں بھرا بیان کیا اور اسلامی بہنوں کو دعوتِ اسلامی کے شعبۂ تعلیم کے تحت ہونے والے دینی کاموں کی پریزنٹیشن پیش کی اور انہیں فرض علوم سیکھنے سکھانے کی ترغیب دلائی جس پر خواتین نے خود کورس کرنے کی اچھی اچھی نیتوں کا اظہار کیا۔ آخر میں ان کی حوصلہ افزائی کے لئے انہیں تحائف بھی دیئے گئے۔

اسلام آباد اور راولپنڈی میں شعبہ تعلیم MEETUP کا انعقاد

شعبہ تعلیم کی پاکستان سطح کی ذمہ دار اسلامی بہن نے مدنی پھول دیئے

شعبۂ تعلیم (دعوتِ اسلامی) کی جانب سے 14 فروری 2022ء بروز پیر میٹروپولیٹن اسلام آباد اور راولپنڈی میں میٹ اَپ کا انعقاد کیا گیا جن میں عالمی مجلس مشاورت نگران اسلامی بہن کے ساتھ شعبۂ تعلیم ذمہ دار، لیڈی ڈاکٹرز، پرنسپلز، پیرامیڈیکس اور طالبات نے شرکت کی۔ پاکستان سطح کی شعبۂ تعلیم کی ذمہ دار اسلامی بہن نے میٹ اپ میں اسلامی بہنوں کو تربیتی مدنی پھول بیان کئے۔ میٹ اَپ میں اسلامی بہنوں کو تحائف بھی دیئے گئے۔

اسلامی بہنوں کی مزید خبریں جاننے کے لئے وزٹ کیجئے
آفیشل نیوز ویب سائٹ "دعوتِ اسلامی کے شب و روز"

Link: news.dawateislami.net

شعبانُ المعظم کے چند اہم واقعات

ماہنامہ مارچ 2022

پہلی شعبانُ المعظم 1382ھ یومِ وِصال
محدثِ اعظم پاکستان حضرت علّامہ مولانا محمد سردار احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ شعبانُ المعظم 1438ھ اور
مکتبۃُ المدینہ کا رسالہ "فیضانِ محدثِ اعظم پاکستان" پڑھئے۔

2 شعبانُ المعظم 150ھ یومِ وِصال
کروڑوں حنفیوں کے پیشوا، امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ شعبانُ المعظم 1438 تا 1442ھ
اور مکتبۃُ المدینہ کا رسالہ "اشکوں کی برسات" پڑھئے۔

5 شعبانُ المعظم 4ھ یومِ وِلادت
نواسۂ رسول، حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ محرمُ الحرام 1439 تا 1443ھ
اور مکتبۃُ المدینہ کا رسالہ "امام حسین کی کرامات" پڑھئے۔

21 شعبانُ المعظم 673ھ یومِ وِصال
لعل شہباز قلندر، حضرت محمد عثمان مروندی حنفی قادری رحمۃ اللہ علیہ
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ شعبانُ المعظم 1438ھ پڑھئے۔

شعبانُ المعظم 9ھ وِصال
شہزادیِ رسول، زوجۂ عثمانِ غنی، حضرتِ اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ شعبانُ المعظم، رمضانُ المبارک 1438
اور ربیعُ الاوّل 1439ھ پڑھئے۔

شعبانُ المعظم 45ھ وِصال
حضرت عمر فاروق کی صاحبزادی، اُمُّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا
مزید معلومات کے لئے
ماہنامہ فیضانِ مدینہ شعبانُ المعظم 1438ھ
اور مکتبۃُ المدینہ کی کتاب "فیضانِ اُمّہات المؤمنین" پڑھئے۔

اللہ پاک کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ اٰمِین بِجاہِ خَاتَمِ النّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم
"ماہنامہ فیضانِ مدینہ" کے شمارے دعوتِ اسلامی کی ویب سائٹ www.dawateislami.net اور موبائل ایپلی کیشن پر موجود ہیں۔

پریشانیاں اور ہمارا رویہ

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلِ سنّت حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دامت بَرَکاتُہُمُ العالیہ

اللہ پاک کے آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: ”صبر شُروع صدمے پر ہی ہوتا ہے۔“ (بخاری، 1/434، حدیث:1283) یعنی شروع صدمے پر دل میں جوش ہوتا ہے، اُس وقت اُس جوش کو روکنا بڑے بہادروں کا کام ہے۔ صبر سے مراد کامل صبر ہے جس پر بہت ثواب ملے۔ (مراٰۃ المناجیح، 2/504) یہ بات حقیقت ہے کہ مصیبت کو آئے ہوئے جب کچھ وقت گزر جاتا ہے تو پھر صبر آہی جاتا ہے یا انسان اس مصیبت ہی کو بھول جاتا ہے۔ صبر کا معنی ہے نفس کو اس چیز سے باز (یعنی روک کر) رکھنا جس سے رکنے کا عقل اور شریعت تقاضا کر رہی ہو۔ (مفرداتِ امام راغب، حرف الصاد، ص273) اِس لئے جیسے ہی تکلیف پہنچے بندہ کچھ بولے نہیں، چُپ ہو جائے اور اپنی باڈی لینگویج سے بھی ایسا اِظہار نہ کرے کہ جس سے دوسرا شخص سمجھ جائے کہ اِسے کوئی تکلیف پہنچی ہے، کیونکہ کوئی بھلے چُپ رہے لیکن دوسروں کی موجودگی میں مُنہ بگاڑے، آہ، اُوہ کرے تو ہو سکتا ہے کہ دیکھنے سننے والا پوچھے کہ کیا ہوا؟ خیریت تو ہے نا؟ اپنی مصیبت کی ساری کہانی سنانے کے بعد آدمی بولے کہ میں نے خود نہیں بتایا یہ تو اس نے پوچھا تب میں نے بتایا ہے، حالانکہ اپنے جسم یا چہرے سے اس طرح کا اظہار کیا تھا کہ مجھ سے پوچھو: کیا تکلیف ہے؟ جبھی تو دوسرے نے آکر پوچھا ہے۔ یُوں لوگوں کے اندر اپنی پریشانی کے اظہار کی طرح طرح کی ترکیب بنائی جاتی ہے۔ یاد رکھئے! بِلا ضرورت کسی کے سامنے تکلیف کا اِظہار کرنے سے بسا اوقات انسان بے صبری میں پڑ جاتا ہے، ہاں! اگر کوئی کسی بزرگ، اِمام مسجد یا عالمِ دین کو اپنی مصیبت اِس لئے بتا رہا ہے تاکہ وہ اس کے لئے دعا کریں یا کسی ڈاکٹر کو بتا رہا ہے تاکہ وہ اُس کی بیماری کا علاج کرے اور اتنا بتا رہا ہے جتنا بتانے کی حاجت ہے تو یہ بے صبری میں نہیں آئے گا، اِس لئے اگر کسی کے سامنے پریشانی کا اِظہار کرنا ہے تو اُتنا ہی کریں جتنا کرنے کی ضرورت ہے۔ گھر میں چوری ہو جائے یا آگ لگ جائے یا کوئی نقصان ہو جائے یا بچّہ اور ماں باپ بیمار ہو جائیں تو بِلا ضرورت کسی کو نہ بولیں، ضرورتاً بولنا پڑے تو ضرور بولیں۔ 100 کو بتانے کی ضرورت ہے تو 100 کو بتائیں ورنہ ایک کو بھی نہیں۔ مثلاً گھر میں کسی کا اِنتقال ہونا ایک مصیبت ہے، بلکہ بندے پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے۔ اب ایسے میں آدمی لوگوں کو اِس مصیبت کا ضرور بتائے تاکہ لوگ جمع ہوں اور جنازہ پڑھیں اور تدفین وغیرہ میں حصہ لیں، یہ صُورت ٹھیک ہے۔ اِس میں بھی رونے دھونے اور ایسے اَنداز سے غم ظاہر کرنے سے بچنا ہوگا جسے بے صبری کہا جائے۔ ایسی صورتِ حال میں آنسوؤں کا بہنا بے صبری نہیں کیونکہ وہ تو خود بخود آرہے ہوتے ہیں۔ البتہ ایسی کیفیت نہ بنائی جائے کہ جس سے خوب غم کا اِظہار ہو، جیسے عورتوں میں یہ عادت زیادہ ہوتی ہے کہ جیسے ہی کوئی عورت تعزیت کرنے آئے گی تو رونا دھونا اور بے صبری کا مظاہرہ شروع کر دیں گی۔ اس طرح کے اثرات کچھ مردوں میں بھی موجود ہوتے ہیں۔ اللہ کریم ہم سب کو حقیقی معنوں میں صبر عطا فرمائے۔ صبر جنت کا خزانہ ہے۔ کاش! ہم کو نصیب ہو جائے۔ نفس و شیطان صبر کرنے نہیں دیتے کہ جنّت کا خزانہ نفس و شیطان کہاں حاصل کرنے دیں گے! ہم اللہ پاک سے توفیقِ خیر و بھلائی کی درخواست کرتے ہیں کہ ہم کو حقیقی صبر عطا کر دے اور صبر کرنے والے شہیدِ کربلا حضرت اِمام حسین رضی اللہ عنہ کا صدقہ ہماری جھولی میں ڈال دے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(نوٹ: یہ مضمون 16 جمادی الاولیٰ 1441ھ مطابق 11 جنوری 2020ء کی رات کو ہونے والے مدنی مذاکرے کی مدد سے تیار کر کے امیرِ اہلِ سنّت دامت بَرَکاتُہُمُ العالیہ کو دکھانے کے بعد پیش کیا گیا ہے۔)

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، بابُ المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650 / 1144
Web: www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net
Email: feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net